

شمس الاسلام

SHAMS-UL-ISLAM, BHERA

سالانہ چندہ

معافین سے

غیر مالک سے

بیادگار عظیم مکتب حضرت مولانا الحاج خواجہ صاحب کوئی اللہ صر

افتخار احمد صاحب نجی ایریز الایقار بحیرہ پنجاب

زیادت مولانا الحاج

سالانہ چندہ

عوام سے

طلبہ سے

# حزب الانصار بحیرہ

## اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

(۱) انھدونی دیردنی حملوں سے اسلام کا تحفظ تبلیغ و اشاعت اسلام  
(۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ احیاء و اشاعت علوم دینیہ

(۳) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم عزہیہ جامع مسجد بحیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے اس مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے  
(۵) عظیم الشان سالانہ کانفرنس دہلی میرحزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ سینی دو روزہ (۶) ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸

## حضرت مولانا ظہور احمد بکوی

اے شہیدِ ملت عالی ہم والا تبار  
تیرے دم سے گلشنِ علم و عمل تھا پربہار  
جذبہٴ احقاقِ حق سے دل تیرا سرشار تھا  
تیرے سینے میں تھی ایماں کی تجسّی جلوہ گر  
فہم و تدبیر و بصیرت میں تھا یکمائے زماں  
ہیں تیرے رشتاتِ خامہ دل نشیں دِل ستاں  
کس قدر پُر جوش و دردا نگیز ہر تقریر تھی  
آہ تجھ پر گردشِ افلاک غالب آ گئی  
مرگِ ظالم نے نہ چھوڑا گوہرِ نایاب کو  
عالم و فاضل یہاں موجود ہیں گو پے شمار  
مردِ مؤمن والہ و گرویدہٴ دینِ متین  
یاد کر کے تیرے الطاف و کرم مہر و وفا  
باصرِ محزوں عقیدت مند دیرینہ تیرا

اے فقیہِ اعظم و بطلِ جلیل ذی وقار  
تیری مرگ ناگہاں نے کر دیا سینہٴ فگار  
شکر اعدائے دین سے برسرِ سکار تھا  
پائے استقلال میں آئی نہ لغزشِ عمر بھر  
عزت و عظمت کا تیری معرفت ہے اک جہار  
حکمتِ ایمان و عرفاں کا پیام جادواں  
روح پرور اور معنی خیز ہر تحریر تھی  
تیرہ بخشی زندگی صوفشاں پر چھا گئی  
خون کے آستورہ لائے حلقہٴ احباب کو  
لیکن ایسا مخلص و بے لوث بے حد جانثار  
وائے بد بخشی کہ ہم کو مل نہیں سکتا کہیں  
وصفِ اخلاص و مروت خوبیِ صدق و صفا  
دردِ مجھوری و حسرت میں رہے گا مبتلا

تیری تربت پر ہمیشہ بارشِ انوار ہو

خلقِ مصروفِ دعا ہو رحمتِ غفار ہو

# اسلام کی عالمگیر تعلیمی برکات

(از جناب سید علی مدنی محسنی بھوپال)

میں مذہبی ذہنیت پر تو اندازہ تھی۔ اس لئے تعلیم کا مطلق  
نظر نفس کشی دنیا سے بیزاری اور دنیوی بدہنوں سے  
کلوا خلاصی نردوان قرار پایا یہی وجہ ہے کہ جہانی تربیت  
کمانہ کوئی انتظام نکھا اور نہ خیال بلکہ اس سے یک گونہ  
نفرت ہی تھی نیکل پرستی کے عقیدہ نے قوائے عملیہ کو  
تربیت سے بیگانہ کر دیا تھا۔

یہ تھا ہمارا قدیم ہندوستان اسی کے ساتھ جب ہم  
سرزمین ایشیا کے دوسری تاریخی قوموں پر نظر ڈالتے  
ہیں۔ تو ہم کو بہت کچھ مشابہت عقائد و خیالات میں جلوہ  
فرما دکھائی دیتی ہے۔ اگر ہندوستان کی تاریخ کا رشتہ  
قدیم کی تاریخی قوموں سے باندھ دیا جائے تو پھر اس  
مشابہت اور مناسبت کی توجیہ کی ضرورت نہیں لیکن  
اگر اس تعلق تاریخی کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ایشیائی  
قوموں کی مذہبی بگونگی وہم خیالی کو ماننا پڑتا ہے یہودی  
قوم صفات تاریخی میں تقریباً چار ہزار سال سے مختلف  
حالات سر بلندی و گونساہری عروج و زوال کے ساتھ  
سرگرم خرام ہے۔ اسی قوم نے دنیا کے سامنے ایک پاکیزہ  
اخلاقی نظام پیش کر کے تعلیمی اصول کی طرف بھی رہنمائی  
کی ہے۔ ان کے یہاں مقصد تعلیم سرسبز مذہبی پرستش و  
پرہیزگاری ہے۔ طریقہ تعلیم خانگی ہے۔ جس کا رواج  
ہمارے بچے کچھ مکتب کی صورت میں اب بھی موجود  
ہے۔ اُستاد و شاگرد کا رشتہ پدر و فرزند کے رشتہ سے

ہندوستان میں تعلیم طرز تعلیم اور ان سب سے  
بڑھ کر تعلیم کی صحیح غرض و غایت کا سوال عرصہ سے  
موشور بحث چلا آ رہا ہے۔

جی نوع انسان نے جو کچھ ہنی و اخلاقی ارتقا  
ہر ملک میں ہر زمانہ میں حاصل کیا ہے۔ اس کی مکمل  
تاریخ سے تعلیمی ترقی کی تاریخ مرتب ہوتی ہے کہ کن  
کن حالات و کیفیات میں اور کس کس ماحول سے گزرنے  
ہوئے اولاد آدم نے تہذیب و تمدن کو منظر تخلیق پر  
چہرہ پر واند کیا ہے۔

تاریخ کے اس تاریک دور کو جس پر جہالتوں  
اور نادانیوں نے کثیف حجابات حائل کر دیئے ہیں اچھوڑ  
کر جب ہم زمانہ قدیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہندوستان  
اور چین کی نورانی پیشانی پر تعلیمی اصول و نکات جگمگاتے  
ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں کا نظام تعلیمی چار بیرون  
اور ان کی علیحدہ علیحدہ رسموں اور واجوں پر مشتمل  
رہا ہے۔ جس طرح ملک چین اپنی پرانی ریت رسوم  
اور روایات قدیمہ کا حامل تھا۔ اسی طرح ہندوستان  
یہاں گرو اور چیلے کا باہمی تعلق جس قدر تعلیمی و اخلاقی  
پابندیوں کا نمونہ ہوتا تھا اس کی ہلکی سی جھلک مذہبی  
مدرسوں اور مہانتوں میں آج بھی دیکھی جاسکتی  
ہے۔ اعلیٰ نصاب تعلیم ادب و فلسفہ اور قانون صرف  
بہنوں کے لئے مخصوص تھا۔ چونکہ ان کی تعلیمی ذہنیت

مضبوط سمجھا گیا ہے۔

لیکن ان کے یہاں بھی جسمانی تربیت کا کوئی نظام مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ سب سے پہلا وہ ملک جس نے جسمانی تربیت کو اہمیت دی وہ خطہ یونان ہے۔ اس میں دو شہر قابل توجہ ہیں۔ اسپارٹا اور اتھنز۔

اہل اسپارٹا کی تعلیم کا دار و مدار جسمانی ورزش پر ہے۔ اخلاقی تعلیم میں بھی ضبط نفسی، اعتدال پسندی و میانہ روی کے پہلوؤں پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ گویا پوری تعلیم آج کل کی فوجی تعلیم کے تربیت کے مماثل تھی۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا احترام، والدین کی اطاعت اور مردہ طریقوں سے وابستگی بھی ان کا طرہ امتیاز تھا۔

اس کے برخلاف اہل اتھنز کے یہاں جسمانی و ذہنی تربیت کو مساوی درجہ دیا گیا تھا۔ لیکن جمہوریہ کی طرف سے جسمانی تعلیم ہی کا انتظام تھا۔ اور فنون لطیفہ و ادیب کے مدارس عوام کی کوششوں کے مرہون منت ہونے لگے۔

ہاں سولن نے اپنے حکمرانی قانون میں ادب و فنون لطیفہ اور دوسرے پیشوں کی تعلیم کو ضروری قرار دیا۔ جس کی وجہ سے ادبی مدارس کو یونان میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور ان مدارس کی بدولت ہر قسم کے علوم و فنون کا رواج ہوا۔ اور یہیں سے معلمین کا ایک خاص گروہ سوفسطائیہ کو عروج حاصل ہوا جنہوں نے بحث و مباحثہ اور منطقی مغالطہ کے چکر میں لوگوں کو پھانس کر لفظی اور سطحی علوم و معلومات کی دلدل میں لاکھڑا کیا۔ اس تحریری تحریک کے کامیاب ہونے سے یونان میں تنگ نظری و کوتاہ فہمی اور زبان و دماغی عام طور سے پھیل گئی۔ اور انہوں نے تعلیم کا مقصد منفی قرار دیا۔

مگر اس تحریک کی بیچگنی و استصال کے لئے سقراط و فلاطون اور ارسطو جیسے حکمائے عالم پیدا ہوئے تو یونان کا نام تاریخ میں ثبت نہ ہوتا۔ سقراط وہ زبردست حکیم ہے جس نے نہ صرف یونان کی شہرت کو بام ثریا پہنچایا۔ بلکہ تعلیم کے صحیح اصول کی بنیاد قائم کی۔

مناظرانہ طرز کلام جس کی وجہ سے سوفسطائیوں عوام کی ذہنیت کو تباہ کر دیا تھا، کو خود بھی اختیار کر کے ان کے حربوں کو ان پر الٹ کر صیغہ غور و فکر کا طریقہ بھی بتایا۔ پہلے وہ غلط خیالات سطحی معلومات کا مضحکہ اڑا کر فلعی کھوتا ہے پھر خود سوالات قائم کر کے مخاطب کو بھول بھلیوں میں پھنسا دیتا ہے۔ تاکہ اس کو اپنی نادانی اور ذہنی پستی کا احساس ہو۔ جو بقول فلاطون تحصیل علم کے لئے پہلا قدم ہے۔ خوش قسمتی سے سقراط کو جس کو اپنے ہی اہل ملک کے ہاتھوں زہر کا پیالا پینا پڑا فلاطون جیسا بلند پایہ شاگرد ملا۔ جس نے سقراط کے طریقہ استدلال ہی کو نہیں عام کیا بلکہ بریٹلیک (جمہوریت) کتاب لکھ کر ساری دنیا پر حسان کیا ہے۔ تاریخ کے صفحات پر یہی پہلی تصنیف ہے جس نے تعلیم کے اہم مسئلہ کو ایک زبردست فن کی حیثیت بخشی۔ فلاطون نے جس جمہوری حکومت کا نقشہ اپنی کتاب میں بنایا ہے وہ اس کی خیالی دنیا کی تصویر ہے۔ اور عملی دنیا سے بہت کم واسطہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو اصول تعلیم اس نے متعین کئے ہیں۔ ان میں اکثر آج تک رواج پذیر و مقبول ہیں۔

فلاطون ہی پہلا حکیم ہے جس نے تعلیم نسواں کی آج سے دو ڈھائی ہزار برس پہلے حمایت کی۔ اور جس پر جوش و مدلل انداز سے اس کی طرف داری کی ہے۔

آج بھی قابل رشک و تقلید ہے۔ مگر خاندانی حکمرانی کے نشہ میں غلام اور پیشہ ور لوگوں کو تعلیم سے محروم رکھا ہے۔

اس نے مقصد تعلیم علم کو علم کی غرض سے سیکھنا قرار دیا۔ اور خالص افادی لفظ نظر کی طرف توجہ ردی۔ جیسے کہ اس کے حریف گروہ سوفسطائیہ نے شہرت و نام وری کو بٹھرایا تھا چنانچہ تعلیم کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے۔ تعلیم وہ عمدہ خصلت ہے جو بچوں میں خوشی غمی، محبت و نفرت کے خیالات کو ضبط و اعتدال کے ساتھ ظاہر کرنے کی قدرت پیدا کرے۔ اس کے تعلیمی اصول یہ ہیں۔

(۱) نادانی اور نادانیت کی مضرتوں کا احساس سچی تعلیم کی بنیاد ہے۔

(۲) علم کا تعلق براہ راست نظام تمدن سے ہے سیاسی حالات ہمیشہ تعلیمی نظام پر اثر انداز ہوں گے۔ (۳) علم کا مقصد متعلم کی عمدہ تربیت کرنا ہے اور بس۔

(۴) جماعت اور افراد کا باہمی تعلق ایک تعلیمی مسئلہ ہے۔

(۵) فنون لطیفہ ذہنی و عملی تعلیم کے درمیان رابطہ کا کام دیتے ہیں۔ ان اصول کی روشنی میں افلاطون ایک نظریاتی انسان (ایڈیلیٹ) کی حیثیت سے نمایاں ہے لیکن ارسطو جس نے افلاطون کے بعد منہذ شہرت و عزت پر کامیابی حاصل کی اس کے نظریات بہت کچھ مختلف ہیں۔

ارسطو کے خیال میں تعلیم کا مقصد سکون خاطر و اطمینان قلبی کا حصول ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علم کی

اور بھلائی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے تعلیم کے انتظام کو حکومت کا اہم فرض گردانتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب تعلیم کی غایت ایک ہی ہے۔ تو تعلیم بھی یکساں ہونا چاہیے۔ اور اس کی ذمہ داری افراد پر نہیں بلکہ ملک پر ہے۔ اس لئے اس کو غیر متعلق افراد کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ہاں اگر حکومت کے انتظام ناقص و ناکارہ ہوں تو تعلیم کا انتظام بطور خود ضروری ہے۔ ارسطو کے اصول تعلیم میں ورزش جیسا فی تربیت ذہنی سے زیادہ اہم ہے۔ وہ اس کو ایک مستقل مضمون مانتا ہے۔ اس کے بعد اہل روم نے یونانیوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اور انہیں دونوں طریقوں کو اختیار کیا جو اہل اسپارٹا اور اہل ایٹھنز نے قائم کئے تھے۔ لیکن چونکہ ان میں فوجی اسپرٹ غالب تھی۔ اس لئے تعلیم کی وہ اہمیت نہ رہی جس کی وہ مستحق تھی لیکن عیسائیت کے ابتدائی دور میں کونستینٹین ایک زبردست مدبر پیدا ہوا۔ جس نے پھر نئے سرے سے تعلیم اور اساتذہ کی عظمت کے ترانے گائے۔

اس نے تعلیم کا مطمح نظر اخلاق فاضلہ کو بٹھرایا۔

اور استاد کو ماں باپ سے زیادہ اہم قرار دیا۔

وہ نجی تعلیم کی بجائے مدارس کی تعلیم کا زبردست حامی ہے۔ کیونکہ بچوں کی صحبت و معیت اور مقابلہ کی وجہ سے قوائے ذہنیہ و عملیہ میں تحریک پیدا ہوتی رہتی ہے لیکن کونستینٹین کے مقابلہ میں پلوٹارک (جو اس کے بعد ایک بہترین حکیم و مؤرخ مانا جاتا ہے۔ اس کا مخالف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قدیم جمہوریت کے مرثیہ جانے کے بعد پلوٹارک نے ترقی کا مرکز حکومت کے

والدین کو یہ تھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی شہسوار سی سکھاؤ اور عہدہ اخلاقی اشعار یاد کرو۔ مسلمانوں نے ادبیات کے سلسلے میں جو ترقی کی ہے دنیا کی کوئی قوم مد مقابل نہیں ہو سکتی۔

اساتذہ کی جلالت و بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کو روحانی باپ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور خلیفہ چہارم حضرت علی کے ارشاد کے مطابق ہر وہ شخص جس نے ایک حرف بھی سکھایا وہ استاد شمار کیا جاتا ہے۔ خود قرآن پاک انسانی شرف کا مدار حقائق اشیاء کے علم کو ٹھہرایا گیا ہے۔ نہ ان عبادات و مذہبی مراسم کو جو بے عمل جمود و تعطل پیدا کریں۔

اور سب سے بڑا انقلاب جو اسلامی معلمین نے اس کائنات عمل میں برپا کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے علم کی بنیاد ایمان و یقین مشاہدہ و تجربہ پر رکھی جس کی رہنمائی قرآن حکیم نے فرمائی ہے۔ اور ان فلاطون تصورات سے شدید بغاوت کی جن کے ماتحت سارا تمدن ایک بندھے ٹکے نظام سے وابستہ ہو کر رہ جاتا ہے جس میں کہیں حرکت نہیں تغیر نہیں تبدیلی نہیں سکون و جمود کے علاوہ انسانی زندگی اور کچھ نہیں اسلامی تعلیم نے مشاہدہ اور حقیقت پسندی کو معیار علم قرار دے کر طریق تحقیق کو دنیا میں سب سے پہلے رائج کیا۔ اور جدید سائنس نے سب سے پہلے اسی وقت درجہ علم و حکمت سے سر نکالا۔ جب حکمائے اسلام نے استقرائی طریق تحقیق کو بنیاد بنا کر فطرت اور انسانی تاریخ کی توجیہ شروع کی۔

نظام، امام ابن تیمیہ، امام ابن حزم اور ابن قیم نے یونانی منطق کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور فلسفہ

بچائے خاندان کو قراء دیا ہے۔ وہ تعلیم کو خانگی و انفرادی تسلیم کرتا ہے۔ صرف اعلیٰ تعلیم کے لئے مدارس کی ضرورت کو مانتا ہے۔ یہ بھی وہ مختصر تعلیمی تاریخ جو اہل اسلام کے تہذیب و تمدن میں قدم رکھنے سے پہلے عہد بہ عہد ہندوستان و چین اور یونان میں ظہور پذیر ہوئی جب اسلام کا قافلہ تہذیب و تمدن کے میدان میں چھٹن ہوا تو اس نے ایک ایسی عظیم الشان علمی و عملی تحریک پیدا کی کہ اس کے عملی آثار تعلیمی مساعی کے نقوش دنیا کے ہر برگوشہ سے آج تک آشکارا ہیں۔ اہل اسلام نے اپنے پیغمبر کی روایات (جس میں فرمایا گیا ہے علم کی تلاش و جستجو جاری رکھو اگرچہ چین تک ہی پہنچنا پڑے) پر اس طرح عمل کیا کہ آج دنیا کے جس خطہ پر نظر دوڑائیے وہاں اہل اسلام کے کاررواں کے نشانات ملیں گے۔

مسلمان سب سے پہلی قوم ہے جس نے خاص طور پر غلاموں کی تعلیم کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ بہت اہمیت دی۔ فلاطون نے تو اپنے جمہوری نظام میں غلاموں کو داخل ہی نہیں کیا تھا۔ اور پلوٹارک نے صراحتاً تحریر کر دیا کہ میرے اصول تعلیم فقط امراء کے لئے ہیں تاہم تاریخ تعلیم کے صفحات میں یہ پہلا باب ہے جو مسلمانوں کی بدولت تاریخ میں درج ہوا۔ کہ غلاموں کے لئے بھی تعلیم ضروری ہے۔

اسلام کی پہلی صدی میں ہی مدارس کا جال تمام شہر میں پھیلا جو نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کے یہاں تعلیم کا مقصد تزکیہ باطنی اور تربیت قلبی ہے لیکن اس کے ساتھ جسمانی تربیت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کا حکم

زندگی کا نشا و محو سکون و جہود کے بجائے حرکت و عمل کو قرار دے کر اپنی تعلیمات کے ذریعہ دنیا میں پھیلا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صدی ہی میں علوم مذہب و ادب اور فنون لطیفہ میں جو کچھ ترقی کی گئی ہے تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ابھی دوسری صدی مکمل نہیں ہونے پاتی ہے کہ علوم نقلیہ و دینیہ اور علوم لسانیہ کی ایجادات کے ساتھ علوم طبعی کے بھی گہوارے اسلامی ممالک میں جاتے ہیں۔

تیسری صدی یونان و روم اور ہندوستان چین کے تمام علوم فنون اسلامی سانچوں میں ڈھل کر انسانی تہذیب و تمدن کے بیش بہا ذخیرے بن جاتے ہیں۔ دور عباسی کے ابتدائی دور کے علمی کارنامے اس قدر شاندار اور درخشاں ہیں کہ چشم عالم آج تک آئینہ حیرت بنی ہوئی ہے۔ تاریخ عالم کے یہ وہ ذریں اوراق ہیں کہ ان کو خارج کر دینے سے کتاب تہذیب انسانی نامکمل رہ جاتی ہے۔

دور رشید میں بیت الحکمت کا قیام مجلس حکماء و فضلاء کا انعقاد دارالکتب (لائبریری) کا شہرہ شہر اہتمام تیسری اور چوتھی صدی کے نہر دست تعلیمی کوائف ہیں جن کی تفصیل ایک مستقل کتاب کی محتاج ہے۔ اسلامی تعلیم کے اس اعلیٰ نصب العین نے اس پرمردہ و خزاں رسیدہ عالم میں نئی بہار پیدا کر دی۔ یقین و عمل کی اس مؤثر تعلیم نے معلمین میں حقیقی آزادی کی روح بھونک دی۔ اور اہل علم کی سچی عظمت اور پاکیزہ بزرگی کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کئے کہ تاریخ تعلیم میں بیباک روشنی کا کام دے

رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت و سلطنت کے زبردست شان و شکوہ اور ہیبت و جبروت کے باوجود ادب و باب تعلیم نے کبھی ماتحتی و فرمانبرداری قبول نہیں کی۔ انہوں نے اپنی عزت و سر بلندی کے تحت حکومت کے علی الرغم بچھائے اور اپنے دائرہ اقتدار میں کسی کی حکمرانری کو قابل پذیرائی نہیں سمجھا حیرت خیالی و سر فرازی کی ہزار ہا داستانیں تاریخی اوراق کی آج بھی سامان زینت بنی ہوئی ہیں

ائمہ اسلام میں سب سے زیادہ اصول تعلیم کی طرف جس نے توجہ فرمائی وہ امام غزالیؒ کی برگزیدہ شخصیت ہے۔ اپنی مشہور عالم کتاب احیاء العلوم میں ایک مستقل باب اس مقصد کے لئے باندھا ہے۔

آپ نے سب سے پہلے علوم ضروری و اختیاری کی تقسیم کی ہے۔ اور ان علوم و فنون میں سے ہر ایک علم کے مقام و درجہ کو متعین فرما کر مکمل رہنمائی کی ہے۔

درس و تدریس کے آداب اور استاد و شاگرد کے فرائض بیان کئے ہیں۔ یہاں ہم امام صاحب کے ارشاد کردہ فرائض کو ان کی اہمیت کی وجہ سے بیان کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔

استاد کے فرائض شگاہہ ہر آئے ہیں

۱۔ طالب علم کے ساتھ کامل شفقت اور اپنے فرزند کی طرح پیش آنا۔

۲۔ تعلیم کے لئے معاوضہ و شکریہ کا خیال تک نہ کرنا۔

۳۔ شاگرد کی مکمل خیر خواہی و ہمدردی۔



۴۔ تادیب و سرزنش اشارہ دگنا یہ کے طور پر کرنا۔

۵۔ اپنے علم و فن کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی ناقص رہی و کم مائیگی کا اظہار کرنا۔

۶۔ طالب علم کی ذہنیت کے مطابق فہمائش

۷۔ ہر ایک شاگرد سے مساویانہ برتاؤ کو احساس

کبوتری کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔

۸۔ علم کو پورے اعتماد و یقین سے پڑھانا۔ یہ ہیں

استاد کی ذمہ داریاں۔ اب اس کے مقابل شاگرد کی

پابندیوں کو بھی ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ اس روشن

زمانہ میں بھی امام کی بالغ نظری اور دور بینی کا اندازہ

کیا جاسکے۔ شاگرد کے لئے اس باتوں کا لحاظ رکھنا

ضروری بتایا ہے۔

۱۔ مداخل و خصلت بد سے پاکیزگی۔

۲۔ تعلقات دینی سے دوری اور ترک وطنی۔

۳۔ معلم کی کامل فرمانبرداری۔

۴۔ آغاز تعلیم میں اخلاقی مسائل اور اختلافات علماء

کی واقفیت سے گریز و پرہیز تاکہ عقل حیرت زدہ

ہو کہ علوم ہی سے نہ نفرت کرنے لگے

(۵) پسندیدہ علوم میں سے ہر ایک علم سے بعد از ضرورت

واقفیت۔

۶۔ علوم ضروریہ کی اولین تحصیل۔

۷۔ کسی فن کی مکمل مہارت و تجربے کے بغیر آگے

نہ بڑھایا جائے۔

۸۔ تحصیل علم کا مقصد باطن کی آراستگی۔

۹۔ علوم کے مراتب کو پہچانتا تاکہ صحیح قدر شناسی کی

جاسکے۔

۱۰۔ تمام ان ذرائع پر قابو پالینا جن سے تحصیل علم عمدہ طریقہ سے مکمل ہو سکے۔

یہ ہیں اس امام عالی مقام کے ارشادات و ہدایات جو ایک ہزار سال پہلے تمام عالم انسانی کی تعلیمی منصوبہ بندی

کے متعلق ظاہر فرمائے گئے تھے۔ اور ان میں سے کتنے

خیالات آج بھی اسی طرح تر و تازہ شگفتہ و شاداب

ہیں۔ جیسے اس زمانہ میں تھے۔ امام کے نبیالات افلاطون

کی نظریات تصورات۔ ارسطو کے منطقیات نکات کی طرح

خیالی نہ تھے۔ بلکہ امام نے تعلیم و معلم کی بھی میں کو ذکر

اس زمرہ کا مل عیار کو حاصل کیا تھا۔ اور درس و تدریس

کے درجائے سبکداری میں غوطہ زنی کر کے تجربات و

اصول تعلیم کے موتیوں کو نکالا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان

کیا گیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں پیغمبر اسلام نے

مسجد نبویؐ کو اسلام کی پہلی درس گاہ بنا کر اور اصحاب

صفہ کو اولین طلبہ کا مقام عنایت فرما کر تعلیم و معلم کا

تاریخی معیار مقرر فرمادیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی

اور دوسری صدی ہی میں اسلام کے مختلف مرکزی

شہروں مدینہ مکہ۔ کوفہ۔ بصرہ۔ دمشق۔ بغداد۔ قاہرہ

نیشاپور و بخارا میں اس قسم کے مختلف مدارس کا

جال بھیل گیا تھا۔ یہاں اس امر کا واضح کرنا بھی ضروری

ہے کہ اسلام سے پہلے افلاطون کے مدرسہ العلوم یا

ارسطو کی درس گاہ اور کونٹیلیں یا پلوٹارک کے مدرسوں

کی حیثیت صرف خانگی و نجی تعلیم گاہوں یا پرائیویٹ

مدرسوں سے زیادہ نہ تھی۔

ہاں یہ دوا کے آخری دور میں اس کی جہلک ضرور

ملتی ہے۔ لیکن باقاعدگی سے غالباً جس قوم نے اسکول

کا اقتدار کیا وہ مسلمان ہی ہیں۔ اور اگر آگے بڑھ کر

اور چاند مادی مصنوعی لڑائی کے ذریعہ جنگ کی مشق  
رٹیننگ کرائی جاتی تھی۔

فتح منقلبہ (سلسلہ) کے بعد جب مسلمانوں کی تہذیب  
و تمدن کے اثرات عام یورپ میں فروغ پذیر ہوئے  
اور عیسائی طلبہ نے کلیسا کے تحکماتہ اقتدار کی زد سے  
بچ نکل کر اور چھپ چھپ کر تعلیمی سفر اختیار کئے تو  
غیرناطہ۔ اشیلیہ۔ طلیطلہ اور قرطبہ کی درسگاہوں نے ان کے  
لئے اپنی آغوش محبت و اکی مسلمانوں کی انہیں علمی فیضوں  
اور معارف نوازیوں کا نتیجہ تھا کہ ایک صدی میں یورپ  
کے اندر علمی تحریکات اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یورپ کی سب  
سے پہلی یونیورسٹی بارہویں صدی عیسوی میں اور اس کے  
بعد پیرس یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اہل اسلام کی  
آزاد خیالی و علوم پروری کا اس سے زیادہ روشن  
ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ یورپ بھر میں جو استنادی  
تعلیم پھیلی ہوئی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔ قرون وسطیٰ کی  
تعلیمی خصوصیت ہی یہ تھی کہ بادشاہوں اور پادریوں  
کے احکام کی کورانہ تقلید کی جاتی تھی۔ علوم طبعی میں  
فقط ارسطویا افلاطون کا حوالہ کافی ہوتا تھا۔ اس  
لئے اس زمانہ میں تخیل میں اختراع تھا نہ ذہن میں  
جدت طرزی۔ جب چودھویں صدی میں قسطنطنیہ پر دنیا  
کے علمی خزانے کھل گئے اور کلیسا کی استنادی تعلیم سے  
نفرت پیدا ہوئی اور انسانی دماغ میں غلامانہ فضا  
سے چھٹکارے کا خیال موجزن ہو گیا۔ اور ایک نئی  
فضا اور تعلیمی تحریک کی کائنات عالم میں داغ بیل ڈال  
دی گئی۔ چنانچہ ڈاکٹر لیبان اس تحریک کا کھلے دل سے  
اعتراف کر کے عربوں کی خدمت میں خراج تحسین  
پیش کرتا ہے۔

کہنے کی اجازت دی جائے تو یہ عرض کر دینا بھی بے جا  
نہ ہو گا۔ کہ ان میں بہت سی درسگاہوں کی حیثیت آج  
کل کی اصطلاح میں کالج بلکہ یونیورسٹی سے کم نہ ہوتی  
تھی۔

اگرچہ موجودہ قانونی اصطلاح میں یونیورسٹی  
کے لئے جو شرائط ضروری ہیں اس اعتبار سے نہیں  
کہا جاسکتا کہ کونسی پہلی یونیورسٹی ہے۔ مگر اس امر کے  
تحریر کر دینے میں کوئی حرج نہیں کہ بقول علامہ شبلی  
مرحوم نظامیہ بغداد مفہوم کے اعتبار سے دنیا کی پہلی  
اور مکمل یونیورسٹی کہے جانے کی مستحق ہے۔ جس کو  
نظام الملک طوسی جو اسپرسلان ملکشاہ کا وزیر اعظم  
تھا نے قائم کیا تھا۔ نظامیہ بغداد کا افتتاح ۳۵۹ھ  
سے اسی شاہانہ انداز سے ہوا جیسا کہ آج کل ہوا کرتا  
ہے۔ اور عجیب حسن اتفاق یہ ہے کہ امام غزالی اس  
یونیورسٹی کے سب سے پہلے فارغ التحصیل طالب علم  
ہیں جنہوں نے اس کی مسند صدارت کو رونق بخشی۔  
اس کے صدر یا پرنسپل کو یہ اعزاز ہوتا تھا کہ فاضل فقہاء  
کے جلیل القدر عہدہ پر فائز ہوتا تھا۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس  
یونیورسٹی کے قیام پر علمائے ماوراءالنہر میں صف ماتم  
چھ گئی تھی کہ اس کے بعد کہ تحصیل علم کی غرض غایت  
حصول جاہ و عزت ہو جائے گی۔

اس یونیورسٹی کے نمونہ پر دمشق۔ قاہرہ۔ غرناطہ  
اور قسطنطنیہ میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں پہلا فوجی  
مدیر خلیفہ عبدالمومن نے قائم کیا۔ جس میں نوشتہ  
خواند اور ریاضی کے علاوہ شہسوار کی نیزہ بازی نیز اخذ  
کشتی بازی اور تیراکی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور

عربوں کے اندلس میں دسویں صدی میں ہونے کی بدولت یورپ کے ایک گوشہ میں علم و ادب کا چرچا باقی رہا۔ جو ہر جگہ یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں بھی متروک ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں بجز عربی سرزمین اندلس کے اور کوئی مقام نہ تھا۔ جہاں علوم کی تحصیل ممکن ہو سکتی تھی وہ خاص اور معدود اشخاص جن کو علم کا شوق تھا تحصیل کے لئے آئے تھے۔ پندرہویں صدی تک کسی ایسے منصف کا حوالہ نہ دیا جاتا تھا جس نے عربوں سے نقل کیا ہو۔

تیسویں صدی میں لکھا ہے اسپرٹ بزرگ نے جو کچھ پایا ابن سینا سے پایا۔ اور سیٹ ٹامس کو اس کا سارہ فلسفہ ابن رشد سے ملا۔ اس اجمالی صورت حالی کے بعد یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ یورپ میں احیائے علوم کا دورہ عہد اصلاح اور مارٹن لوتھر کی تعلیمی تحریک اور اسٹورم کو می نس کے نظام تعلیم اسلام کی عالمگیر تعلیمی تحریکات کے سلسلہ کی ذرین کرطیاں ہیں جنہوں نے عالم انسانیت کو بام عروج پر پہنچانے میں بیش بہا مدد دی ہے۔ اے یاد صبا! ہر دورہ کا وہ تست

## شذرات

(اذہن الانور سید محمد ابراہیم قیصر کشمیری)

جن حضرات نے موجودہ اسلامی اور عربی مدارس کی قدیم تاریخ اور ان کے پس منظر کا صحیح مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ اس طرح کی علمی درسگاہیں مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں بھی اسلامی علوم و فضول کی ترویج و شہیر کی گواہ قدیم خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ اور یہ طریقہ تو قدیم زمانہ میں عام تھا کہ ہر عالم کسی اور کام کو اپنا ذلیلہ معاش قرار دیتا تھا۔ لیکن اپنا کچھ نہ کچھ وقت بچا کر وہ انفرادی طور پر طلباء کو پڑھانے اور قرآن و حدیث کی اس دینی خدمت کو اپنے ذمہ بہت پر فرض جانتا تھا۔ اور اس طرح شہرہ شہرہ اور قریہ قریہ ہر عالم کے اہل دگر و طلباء کا جھوم اس طرح جا رہتا تھا جس طرح کہ چشمہ کشمیری ہر دنیا سے مردم و مرغ و مور

اپنی طلب کے تقاضہ اور اپنی پیاس کی شدت سے بنیاد جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ وقت آیا کہ ہندوستان میں اسلام کا علمی و ادبی اور ثقافتی بنیاد غیر قوم کی تہذیب و تمدن کے آتے ہوئے طوفان اور چڑھتے ہوئے سیلاب سے گرنے اور نہ ہدم ہونے لگیں۔ اور انگریزی کی تعلیم و ترویج حکومت حاضرہ کی طرف سے اس کی ذمہ داریاں پرورش و نگہداشت کی بدولت عربی اور فارسی کی تعلیم و تہذیب کا یہ شوق ختم ہونے لگا تو اس وقت زعماء اسلام کو اسلام کی اصل طاقت اور اصل جوہر کو باقی رکھنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی کہ وہ جابجا مدرسے قائم کریں اور ہر مدرسہ میں اسلام کی روحانی عظمت و بزرگی اور اس کی مقدس تعلیمات کو باقی رکھنے

کے لئے جو کچھ ان سے بن پڑے وہ کوشتن کو گندیں  
موجودہ عربی مدارس کی تاریخ ہمارے سامنے نہیں۔  
صرف چند ایسے حضرات جو مسلمانوں کی موجودہ اور  
گذشتہ نسل کے درمیانی واسطہ کا کام دیتے ہیں اور  
جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے مغنم اور اپنی کبرئی  
کے اعتبار سے چراغ دم صبح اور آفتاب سر کوہ کی  
حیثیت رکھتے ہیں اس سلسلہ کی ساری تفصیلات  
صمیم طریقہ پر جانتے ہیں۔ اور اپنی سے کبھی یہ جا  
کہ پوچھتے کہ یو بند اور سہا بن پورہ کے مدرسے  
کیوں بنے، کس طرح بنے اور ان سے کیا کام  
لیا گیا؟ یہاں خود مجھے بھی عربی مدارس کی تاریخ  
بیان کرنا مقصود نہیں صرف ان کی عظمت و اہمیت کی  
طرف ایک اشارہ کرتے ہوئے یہ بتانا ہے کہ  
عربی مدرسوں کی یہ کوئی پھولی عمارتیں صرف مولویوں  
کو ڈھالنے کے کارخانے اور آئناہ قدیمین شاہی  
کئے جانے کے قابل قدیم طرز کے مکانات نہیں بلکہ  
سیج یہ ہے کہ یہ آہنی قطعے ہیں جو جدید تہذیب و  
تمدن اور دہریت و الحاد کے بڑھتے ہوئے  
سیلاب کے مقابلہ میں مضبوطی اور سنگینی کی ایک شان  
دلربائی کے ساتھ اس طرح کھڑے ہیں کہ ذرا  
ان کا قدم پیچھے کو نہیں ہٹتا۔ اور کبھی ان کا سر  
نیچے نہیں جھکتا۔ عربی مدارس کے اوریفوضات کا  
تو کیا ذکر کیجئے میراث یہ جی چاہتا ہے کہ جس مدرسے  
میں مجاہد کبیر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے  
عالم ربانی، حضرت محدث کشمیریؒ سے فاضل متبحر  
مولانا سندھی سادگی انسان، حضرت مفتی محمد کفایت  
سالمی نظیر فقہ، حضرت علامہ عثمانی ساجی مکان

بولنے اور کہنے والا محقق حضرت مولانا مدنی سا  
انتھک مجاہد مولانا سجاد بہاوی مرحوم صاحب کمال  
فاضل اور دوسرے ہزاروں علماء اور صلحا پیدا  
ہوئے۔ ان مدرسوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں  
میں رکھ لوں۔ بار بار ایسا ہوتا ہے کہ شدید ذہنی  
مصرفیت کے عالم میں دارالعلوم دیوبند کے قریب  
سے گزرتا ہوں تو نو تعمیر دارالطیہ کے نئے کمرے  
اور نئی درسگاہیں دیکھ کر حروق مردہ میں پناہ  
دوڑ جاتا ہے۔ اور اس کی خوشی ہوتی ہے کہ اگر ایک  
طرف شیطان اپنے کام دہار کو بھیل رہا ہے۔ اور  
شیطانی قوتیں دہرہ در طاقت کھڑتی جا رہی ہیں تو خدا  
کا یہ بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ بعض امیر عرب  
مسلمانوں کو یہ توفیق حاصل ہے کہ وہ اپنی گاڑھے  
پسینہ کی کماٹی صرف کر کے ان مدرسوں کو بنانے  
سنوارنے بہ متوجہ ہیں۔ اور وہ لوگ جنہیں ان  
عربی مدارس کی علمی اور عملی خدمات سے واقفیت  
اور ان کے وجود کی صمیم قدر و قیمت کا اندازہ ہے  
وہ میری اس مسرت کو بے محل قرار نہ دیں گے۔  
لیکن افسوس ہے کہ یہ عربی مدارس جو گذشتہ  
ایک صدی سے اسلام کی تعلیمات کی آخری پناہ گاہ  
کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جو اس وسیع ملک میں انگریزی  
تعلیم اور دہریت و الحاد کے سربرسہ اور شوریدہ سر  
فتنوں کے مقابلہ میں یکہ تنہا اپنے اپنی قدیم ہتھیاروں  
اور پروانے داؤ پیچ سے کام لے رہے ہیں۔ اب وہ  
بروز اندرونی بد نظمی اور بے راہ روی کا شکار  
ہوتے جاتے ہیں۔ عربی مدارس کے منتظین سے یوں  
تو شکایتیں بہت ہیں اور جی چاہتا ہے کہ جو کچھ دل

ذیل پر ارسال فرمائی جائیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نام پر متعدد مقامات پر لوگ اپنا ذاتی کاروبار چلا رہے ہیں۔ ان کے قائم کردہ مدرسوں کی حقیقت کچھ نہیں۔ نہ وہاں مدرسین موجود ہیں نہ طلبہ کا اجتماع ہے۔ نہ کتابیں ہیں نہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ مگر یہ لوگ محض اپنے پروپیگنڈے اور ظاہری بیباپوں سے خوب چند سے وصول کرنے اور انہیں اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرتے ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں سے ذاتی کوئی مخالفت نہیں اور نہ ان کے ان مضبوط و مستحکم ذرائع معاش پر (خدا نخواستہ) شک و حسد کا کوئی امادہ ہے۔ مرزا غالب نے کسی ایسے جمل گو شاعر کو جو شاعری کسب نہ کر کے لے کر تاتھا۔ اور اپنی بذاتی سے شاعری کے ٹکے پر کند چھری پھیرا کہ تاتھا مشورہ دیا تھا کہ "شعر حرامی گویدار سن می تافت، بورہ می تافت، ہیزم می فروخت، کفن می دوخت؟"

تو مجھے بھی ان حضرات سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت مدنی کمانے کھانے کا ارادہ ہے تو کوئی اور کام کر لیجئے ہزار قسم کی تجاویز اور ہزاروں کاروبار ہیں جن میں جان مایئے تو اس سے اچھی مدنی کمانے آخراپنی مدنی کے لئے دین کو آلہ کار بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس موقع پر یاد آیا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد الودشاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سال ڈابھیل کے ایک ایسے اجتماع میں جہاں بہت سے علماء موجود تھے آنسوؤں کے تار اور مظلومانہ چٹکیوں کے درمیان اس مجمع علماء کو خطاب فرمایا تھا کہ۔

حضرات! دین کی حفاظت و صیانت کے معاملہ میں

ہیں ہے وہ سب زبان پر آجائے کہ شاید اس طرح عربی مدارس کی اصلاح احوال کی کوئی شکل بچلے میرے دل و جگر میں جو زخم لگے ہوئے ہیں وہ شاید کسی پر اثر نہ کریں اور کوئی خدا کا بندہ اپنے اندر سوخ سے عربی مدارس کی تجدید و اصلاح کی عملی شکلیں نکالنے اور پیدا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ مگر غمزدہ عاشق کا کسی ایک فرصت ہی میں معشوقی کی ساری داستان ہجر و فراق بیان کر دینے کا ارادہ کر لینا خلافت مصلحت ہے کہ مرزا مزاج یا دہرہم ہو جائے۔ اور شکوے شکایتوں کا سلسلہ لامتناہی دوست کی طبع نازک پر گراں گذرے اس لئے سردست صرف دو چیزیں عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں۔

(۱) اول یہ ہے کہ اکثر حضرات نے عربی مدارس کو اپنے لئے ایک نہایت آسان ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔ اور عربی مدارس کے نام پر وہ محض اپنی مشکم پیری کا کام کر رہے ہیں۔ جب اور کام نہیں چلتا اور سہولت و عزت کے ساتھ معاش نہیں پیدا کر سکتے تو اپنے شہر اور اپنے قصبہ میں ایک مدرسہ جاری فرماتے ہیں۔ دو چار طالب علم ادھر ادھر سے پکڑ لاتے ہیں۔ محلہ والے ان کے کھانے کا انتظام اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ ایک آدھ مدرسوں ہی گرا پڑا کہیں سے فراہم کر لیتے ہیں۔ اور اعلان ہو جاتا ہے کہ فلاں شہر میں علم و عرفان کی بارش شہر اور مضافات شہر کی شدید ضرورتوں پر ایک شاندار عربی مدرسہ کا قیام۔ جہاں عربی اور دینی تعلیم کا بہترین انتظام عمل میں لایا گیا ہے۔ اور اخیر میں مطلب کی بی بات کہ چندہ کی تمام رقمیں پتہ مندرجہ

عام لوگوں سے آپ کے فرائض کچھ زیادہ ہیں کہ آپ حضرات تو روتی اس دین کے نام پر کھاتے ہیں۔ اسے بھائی اگر دین کی محبت نہیں اور خلوص دل سے اس کی خدمت نہیں کر سکتے تو اپنی روتی ہی کے خیال سے کچھ کرو پیٹ کا دھندہ ہی چلانے کے خیال سے دین کی حمایت کر جاؤ۔

اور اگر توفیق الہی اور شامل حال ہو تو اس ابد قسمی اور حرام نصیب پر انسان کو ہزار آئینوں سے رہنا اور اس کے ضمیر کو محاسبہ آخرت کے ڈر سے بیدار بنوں کی طرح لرزنا اٹھنا چاہیے کہ وہ روتی ٹکانے کے لئے دین الہی کا ایک آلہ کار بنا رہا ہے۔ مقصد محض کسب نہ رہے۔ اور نام رہ گیا ہے دین کی خدمت و حفاظت اور تعلیمات اسلامی کی ترویج و اشاعت، کاش یہ حضرات حق تعالیٰ کی ماکانہ قوتوں کا احساس فرمائیں اور جانیں کہ اس غفلت شعاری اور فرض شناسی کی بہت بڑی سزا ہے۔ اتنی بڑی اتنی حبیب اور اتنی طویل کہ انسان اسے کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

(۲) یہ تو ان نام نہاد مدارس کا حال ہے جن کے وجود و عدم کی کوئی حقیقت نہیں اور صرف اپنے ذرائع معاش کے طوہ پر ان کے منتظمین نے جن کا سارے ملک میں ایک جال سا پھیلا رکھا ہے۔ مگر جو مدارس باقاعدہ چل رہے ہیں۔ جہاں مدرسین اور طلبہ کا اجتماع ہے وہیں گاہوں اور حجرہوں کا انتظام ہے۔ دفتری اور انتظامی عملہ موجود ہے۔ بڑے بڑے کتب خانے اور بڑی تنخواہوں پر کام کرنے والے ارباب انتظام ہیں اور بلاشبہ جن کی خدمات کا یہ بہت بلند اور بن کے وجود کی برکات بہت کثیر ہیں۔

ان میں بھی یہ ناقابل فراموش نقص موجود ہے کہ مشنری کے اس دور میں جب امریکہ نے مائیس کی طاقتوں سے "ایٹم بم" دریافت کر کے صرف ۲۴ گھنٹے میں جاپان کے شہر ہیروشیما اور اس کی لاکھوں کی آبادی کے دھوئیں اڑا دیئے۔ اور جب انسان ترقی کرتے کرتے بے تکلف پانی کی گہرائی میں گھوم رہا ہے۔ اور گھنٹوں اور دنوں تک پانی کی تہ میں رہ سکتا ہے۔ جب طیاروں کے ذریعہ آسمان پر اڑنا وہ ذرہ کا ایک معمولی مشغلہ بن گیا ہے جب ریڈیو لاسکی اور ٹیلیفون نے ایک شہر کو دوسرے شہر سے، ایک ملک کو دوسرے ملک سے اور ایک قلم کو دوسری قلم سے آمینی زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط کر دیا ہے۔ ایسے دور میں ان مدارس میں اب تک الف سے لے کر ی تک ساری تعلیم اس قدیم طرز پر ہو رہی ہے جیسی آج سے صدیوں پہلے ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ قرآن حدیث کے طرز تعلیم میں تو کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کیا بواجبی ہے کہ اب تک ان مدارس میں جغرافیہ، حساب، سیاست، تاریخ، اقتصادیات اور معاشیات کو داخل درس نہیں کیا گیا۔ اور ان ضروری شعبوں میں یہاں کے فارغین و فضلہ کی استعداد کچھ بھی نہیں ہوتی۔ جو حضرات یہاں سے پڑھ کر نکلتے ہیں وہ دوسری جگہ جا کر اس طرح کے مدارس و مکاتیب سے وابستہ ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔ وہ نہ خود انہوں نے بھی محسوس کیا ہو گا کہ زندگی کے عام شعبوں میں سے وہ کسی ایک میں بھی کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اور طرز تعلیم کے بنیادی نقص کی وجہ سے یہ تیرہ خاکدان اس وسعت و کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اس سلسلہ میں بھی یہ ایک وقت درپیش ہے کہ اگر ان جدید مضامین کو اسی شکل میں

جس شکل میں وہ اب پڑھائے اور پھیلانے جا رہے ہیں اپنا یا جائے تو دیوبند کا طرز تعلیم اور ذہنی بچان کے اعتبار سے علیگڑھ نہ تھی مگر آج سے پندرہ بیس سال اُدھر کے ندوہ بن جانے میں کوئی کسر نہیں رہتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سب حضرات علماء کسی ایک جگہ جمع ہو کر اولاً ان جدید مضامین کو اپنے یہاں داخل درس کرنے کی ضرورت پر غور فرمائیں اور ثانیاً وہ طریقہ تلاش کریں جس سے پتیزادہ گرم قسم کی چیزیں معتدل ہو کر ہمارے مزاج کے موافق بن سکیں۔ اور ہم انہیں پڑھ کر وہ کچھ نہ بن جائیں جو علیگڑھ کے آزاد خیال طلبہ بن گئے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت الجھا ہوا ہے۔ اس طرح کہ ضرورتیں انہیں اپنا لینے کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور خود یہ چیزیں اپنی موجودہ شکل میں ہمارے لئے مفرت سے خالی نہیں لیکن اب بھی مسلمانوں میں ایسے ارباب علم و فضل کی کمی نہیں جو سوچ سمجھ کر ان مشکلات کا حل نکال سکتی ہیں۔ ضرورت ہمارے عربیہ کے ادباً باہتمام و انتظام میں اپنے فرائض کو پہنچانے اور انہیں پورا کرنے پر مستعد و متوجہ ہو جانے کی ہے۔





## تذکرۃ الصالحین

## حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب

(الرجاء مولانا مفتی محمد شفیع صاحب)

ایک مرتبہ احقر علیل ہوا تو عیادت کے لئے دیوبند ہی سے پرچہ تحریر فرمایا۔

## مکتوب سیزدہم

جواب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کی علالت سے بہت افسوس ہوا دعا کرتا ہوں۔  
لا الضیغ للہ الضعیف فانی  
لا آخذ من حالک انتہ بنصیب  
(بندہ اصغر حسین)

پھر ایک مرتبہ احقر نے اپنی شدید علالت کی اطلاع دی۔ تو تحریر فرمایا۔

## مکتوب چہارم

آپ کا خط پڑھ کر دنیا آنکھوں میں تار یکساں ہو گئی بہت غم ہوا انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ اور دوسری صورت میں بھی کچھ فکر عقلاً و شرعاً نہیں البتہ طبیعت انسانی سب میں مشترک ہے تعویذ کو دھوکہ نہ کہہ لیں تھوڑا تھوڑا پیویں اور سرسوں مع کپڑے کے سفید کپڑے میں لپیٹ کر بازو پر باندھ لیں میں انشاء اللہ پانچ بجے آکر باقی ترتیب بتلا دوں گا۔ (بندہ اصغر حسین)

لہ پتہ ہی کے ایک شعر میں مولیٰ سا تغیر فرما کر لکھا ہے۔

مکتوب پنجم ازہراندہ صبر  
بعد السلام علیکم۔ بخدمت حضرات مالکان اہل بیتہ لفتاویٰ دامت برکاتہم۔

دعا ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہوں۔ احقر بھی مع اپنے امراض یطینہ و باطنیہ و مرض جہالت کے محتریت ہے۔ اور احیاء العلوم کا الباب انسانی حق فوائد العزلة وغواکھہا کشف الحق فی فضلہا مطالعہ کر رہا ہے۔ ہر دو مکران اپنی خیریت اور والد ماجد کی حالت سے مطلع فرمائیں۔ یعنی ایک پرچہ کسی کو لکھ کر دے دیں کہ نور احمد کو دیدے یا خطوط کے طاق میں ڈال دے۔  
(خطوط مرض وفات)

## مکتوب ششم ازہراندہ کو کسوی مورخہ ۱۴۶۳ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ دعا خیر تھانہ بھون کا  
یہ احقر اس وقت تھانہ بھون گیا ہوا تھا۔ وہ میں یہ گرجی نام پہنچا سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات اس وقت سے ایک سال پہلے ۱۲۶۳ھ کو ہو چکی تھی۔ حضرت میان پور اس کا آخر عمر تک رہا۔ اسی کے تاثرات اس گرجی نام میں ہیں۔

ارادہ فرمایا۔ اچھا ہے غم تازہ ہو کر قلب کے ننگ کو دور کرے۔ اور فیوض بھی حاصل ہوں۔ آہ ایک سال گزر گیا۔ اور اسی طرح ہزاروں برس گزر جائیں گے انالہ۔

عطیہ گرامی انقبض الماشیاء واجبا۔ موصول ہوا۔ دن رات کے احسانات میں شکریہ کہاں تک۔ خط کی طوالت اور بشارت سے صحت پر استدلال؟ لذیذ بود و حرکت الخ بڑھ جاتا ہے دل الخ

(بندہ عاجز اصغر جبین عفا اللہ عنہ الہ کوہ کسوی  
۹ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ)

### مکتوب ہفدہم ازہر اندیر

حضرت مفتی صاحب ادام اللہ فضلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھیا پرسی کے خط سے نشئی ہوئی۔ اور فرحت جہدکم اللہ تعالیٰ متعلقین و عزیزین و عزیز محمد زکی وغیرہ کے حالات علالت اور ہمیشہ صاحبہ وغیرہ و محترم والدہ صاحبہ کی تکالیف سن کر بہت اور افسوس اور دل سے بہت دعا کی۔ حق تعالیٰ رحم و کرم فرمائیں۔ اور آپ کو تیار داریوں

لہ عیب اتفاق ہے کہ آج جب راقم الحروف یہ خطوط جمع کر رہا ہے تو حضرت میاں صاحب کی وفات پر پورا ایک سال گزر گیا ہے۔ اور اب حضرت موصوف کے یہ جملے بجائے حضرت حکیم الامت کے خود حضرت میاں صاحب پر صادق ہیں۔ عبرت کا مقام ہے۔

پڑ رہا ہو جو کوئی جوش جنوں یا تھوڑا سا ایسا کوئی اب دیکھیں میں نہیں دلتعم نام اے چارہ ساز حالت درد نہاں نہ بوجھ قیل اک راہ ہے جو کہہ نہیں سکتے زباں سے ہم

اور خدمات کے ثوابات سے مشرف فرما کر اطمینان بخشیں گھر سے جتنے خطوط آئے بیمار یوں کا حال جلیل کو سرام ہو جانا۔ اور سب کا بخار میں مبتلا ہو جانا۔ حاجی بلال کی نانی صاحبہ کا وفات پا جانا بہت پریشانیوں کے خطوط آئے۔ دہلی سے عزیز محمد صدیق نے بھی یہی لکھا کہ گھر جیتاں بنا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ سب جگہ رحم و کرم فرمائیں۔ گھر میں اور لڑکی کو اور فرزند عزیز کی کہو سلام منوں پہنچاویں اور سب کو دعا اور سیٹھ بشیر احمد کو سلام۔

### مکتوب ہشودہم ازہر اندیر

بندہ عاجز پندرہ دن بیٹی میں بخار میں مبتلا اور حکیم مسعود احمد گنگوہی کے زیر علاج رہا۔ اخیر میں ان کے والد ماجد بھی تشریف لے آئے۔ ہر اندیر پہنچ کر دو چار دن بعد پھر بخار وغیرہ میں مبتلا ہو گیا باز دو دن اور گریں ایک قسم کا شدید درد کا دورہ ہوتا ہے۔ فوت سامعہ دولت زائل ہو گئی۔ کانوں میں شور رہتا ہے کبھی بھئی جا کر حکیم صاحبان کے

تقدیر لے اسے بھی نظر سے چھپا دیا  
دو تے لپٹ کے گردش کا رہ رواں سے ہم

یعنی سب زیادہ مبغوض اور سب زیادہ محبوب چیز مراد اس روپیہ ہے کہ وہ حقیقت اس کا یہی حال ہے کہ حضرت کا کچھ قرض احقر کے ذمہ تھا۔ اس میں سے کچھ رقم بمقام کسوی بھیجی تھی کہ شاید سفر میں ضرورت ہو۔ اس پر بود و مکارم اخلاق یہ الفاظ لکھے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت نے ایک مفصل نامہ تحریر فرمایا تھا حالانکہ سال بھر سے مرین تھے ضعف شدید تھا احقر نے اس پر لکھا کہ اس مفصل خط سے طبع مبارک کا

مناظر طو کو یہ صحت کا اندازہ ہو اس پر یہ الفاظ تحریر فرمائے یہ حافظ کا شعر ہے۔ پورا مصرعہ۔ لذیذ بود حکایت درازہ تر گفتہ

دشوار ہے مولانا محفوظ علی صاحب کو حسب موقع سلام  
مسنون۔ (بندہ اصغر حسین از مقام بمبئی ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

## مکتوب بستم

(آخری والا نامہ) ازہ اندیرہ ۱۲ محرم ۱۳۵۲ھ  
حضرت مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بکرامت نامہ  
موجب تقویت ظاہری و باطنی ہوا۔ لکھنے سے بالکل مغدولہ  
ہوں۔ ورنہ پہلے عنایت نامہ کا جواب ہی لکھتا۔ بیماری سے  
نہایت پریشان ہوں۔ اختلاج قلب بروقت رہتا ہے اور  
گاہ گاہ خاص دورہ پڑتا ہے۔ خصوصاً صبح صادق کے  
وقت جس سے تمام قوی مفصل ہو جاتے ہیں۔ معدہ اور  
جگر اور امعاء سب ضعیف ہیں۔ کوئی نرم سے نرم چیز مفہم  
نہیں ہوتی۔ دوا دے سے اسہال کی مصیبت سے بہت دفعہ  
پا جائے خراب ہو جاتے ہیں۔ حنا کے سبب خود پاک کرتا  
ہوں۔ ضعف بدرجہ کامل ہے۔ زینہ پر چڑھ نہیں سکتا۔ صحت  
سے محروم ہوں۔ لہبیت سے ایک اچھے طبیب خاص  
توجہ سے علاج کر رہے ہیں۔ صحت کی امید دلاتے ہیں۔  
اگرچہ پڑیاں رہ گئی ہیں۔ طبیعت بہت گھبراتی ہے۔ گھبراہٹ  
ہوں۔ ۱۶ جنوری (یعنی سال گذشتہ) سخت سردی میں دہلی  
پہنچا تھا وہیں سے یہ درد شدید اختلاج کا مرض لگا ہے۔

لے وفات سے دس روز قبل کا لکھا ہوا

۱۷ احقر نے اپنے عریفہ میں درخواست کی تھی کہ حضرت کی علالت طویل  
اور شدید ہو گئی۔ اور دیوبند سے تشریف لے گئے ہوئے مدت  
گذر گئی۔ اب توجہ دیوبند کا قصد فرمائیں۔ اور اجازت ہو تو  
احقر خود حاضر ہو کہ مدین سفر ہو۔ اس پر تحریر یہ فرمایا  
ہے۔ ۱۲ اش

علاج سے مستفیع ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ بہر حال تکلیف  
اور بہت ناطقتی ہے۔ ارادہ تھا کہ میں دیوبند پہنچ  
جاؤں گا۔ مگر اب بظاہر ممکن نہیں۔ آپ بھی کسی قدر  
دعا سے امداد فرمائیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حکیم الامت  
تھانوی قدس سرہ) کا صدمہ اور خیال اب تک دل سے  
نہیں گیا۔ آپ اپنی قناعت اور کیسوی پرفاقم ہیں۔  
حق تعالیٰ مدد فرمائیں۔ بیماری کے سبب لکھنے سے  
عاجز ہوں۔ دو تین دن میں ذرا ذرا سا لکھا ہے  
حضرت قاضی صاحب کبھی ملاقات ہو تو سلام مسنون  
عرض کر دیں۔ جواب کی تکلیف نہ فرمائیں۔

(بندہ اصغر حسین داندیرہ)

## مکتوب نوزدہم از بمبئی

حضرت مکرم مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔  
امید ہے کہ متعلقین کو حق تعالیٰ نے صحت بخشی ہوگی۔  
اور آپ گاہ گاہ اپنے احوال و اذکار میں خاک ادا کا  
کی صحت کے لئے دعا کرتے ہوں گے۔ جب داندیرہ اور  
سودت کے طبیب اور ڈاکٹروں کے علاج سے کچھ نفع  
نہ ہوا۔ اور حضرت حکیم سجد صاحب کا مقولہ مولانا محمود  
نے خط میں لکھا کہ یہاں آجائیں تو بہتر ہے۔ تب تیمار دہ  
مجھ کو یہاں لے آئے۔ بہت تکالیف تھیں۔ بفضلہ تعالیٰ  
حضرت حکیم صاحب کی خاص توجہ سے کچھ نائل ہو گئی۔ اور  
صحت کی امید ہے۔ صحت کے بعد جلد داندیرہ جاؤں گا  
یہاں خط نہ لکھئے نہ ضرورت ہے۔ بعض بہ تعلق قلبی اطلاع  
احوال کرتا ہوں۔ گرامی نامہ کا جواب ملاحظہ سے گذر گیا  
ہوگا۔ سب عزیزان متعلقین کو سلام و دعا۔ لکھتا



# اسلام کا قانون ازدواج

## انسانی تمدن کا ایک مقدم اوہم پیچیدہ مسئلہ

(از جناب سید نذیر الحق صاحب میسرٹھی)

آج انسانی زندگی کو چاروں طرف سے غلط فہمیاں، غلط

اندیشوں، غلط کاریوں، گمراہیوں اور ہلاکت و بربادیوں نے گھیر رکھا ہے۔ اور ان کی زندگی کے تمام مسائل پیچیدہ اور لاینحل بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی قہری زیادہ کوششیں اور تدبیریں کر رہے ہیں۔ وہ سب اُلٹی پڑ رہی ہیں۔ اور انسان مسرت افزا تمدن، سچی معاشرت اور کامیاب زندگی کے لئے تڑپ رہا ہے۔ جتنے جھگڑے، نزاعات، فسادات اور بربادیاں ہیں کہ انڈی چلا آ رہی ہیں۔ مختلف ملکوں اور قوموں کے انسانی ہمدردی اور سربراہ کاری کے لمبے چوڑے دعوے

لے کر متشکین و مدبرین اُٹھتے ہیں اور سیاسی تمدن و مسائل کو اور زیادہ الجھا کر اور اخلاقی قدروں سے بغاوت کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر نام نہاد علماء و فضلاء ان کے غلط افکار و اعمال کی پیروی کر کے اپنی زندگی کو اور زیادہ بگاڑ لیتے ہیں۔ حسرت و تعجب ہے کہ انسانی خدمت کے مدعی انسانوں میں خدا کے باغی انسان بھی ہیں۔ اور وہ بھی خدا پر اور اس کی ہدایت پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ یعنی زندگی کے معاملات و مسائل کے حل کرنے میں کافرو مؤمن دونوں کا یکساں حال ہے۔ سوچنے اور سمجھنے کے طریقے دونوں کے ایک ہیں۔ دونوں کی فکری قوتیں خدا کی ہدایت سے بے نیاز

ہو کر اپنا کام کرنا چاہتی ہیں۔ جن کے یہاں سب کچھ ہے وہ بھی انہیں جیسی باتیں کہتے ہیں جن کے یہاں کچھ بھی نہیں۔ اپنے خیالات و اوہام اور فتن و رائے کی پیروی جس طرح کفار و مشرکین کرتے ہیں۔ اسی طرح علمبرداران اسلام بھی کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ انٹرنیٹ و انٹرنیٹ کی کونسی کل سیدھی۔ انسانی تمدن کا کوئی مسئلہ بھی قانون الہی کے مطابق اپنی حقیقت پر قائم نہیں رہا۔ اور پوری کی پوری دنیائے انسانیت خدا کی ہدایت اور اسلام کے تحت ہوئے علم و بصیرت سے محروم اور خراب و خستہ ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری اُمت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کہ اس کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہے مگر نہ اس نے اپنی زندگی کو قانون الہی کے مطابق بنایا اور نہ دوسروں کے سامنے اسلام کے قانون تمدن و معاشرت کو پیش کیا۔ اور دنیا کے تمام انسانوں نے مغربی تمدن و معاشرت کو اختیار کر کے تباہیاں خرید لیں اور اپنی زندگی کو غیر حقیقی زندگی بنا کر رکھ دیا۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ انسانوں کو اسلام کے قانون تمدن معاشرت کی طرف بلانا چاہے تو وہ اپنے راستہ کو مشکلات اور الجھنوں سے بھر پور بناتا ہے۔ اور اگر اقدام عمل کرے تو کوئی جکڑ رہ جاتا ہے۔

مسئلہ زیر بحث کی نوعیت و اہمیت۔ انسانی تمدن کے

ضرور نہ مانینگے تو تباہ و برباد ہوں گے۔ آج دنیا جو ظلم و ستم، مصائب و آلام اور فتنہ و فحش و فساد کا سیلاب انسانوں کو بہائے لئے چلا جا رہا ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی ہدایت و رہنمائی سے منہ موڑ لیا ہے۔ بدکاروں، نادانوں اور شریروں نے دنیا کے انتظام اور انسانوں کی زندگیوں کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیا ہے۔ مگر اسلام کے عالم افروز اصول و قوانین بدستور انسانی دل و دماغ میں اپنا کام کرتے چلے جا رہے ہیں۔

### دنیا کس طرح قرآن کے قریب آ رہی ہے

کاش مسلمان آنکھ کھول کر اقوام و ممالک کو دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ وہ کس طرح غیر شعوری طور پر قرآنی ہدایات کے قریب آ رہے ہیں۔ اور ان کی پیاسی بوچھل اور گمراہ عقلیں کس چیز کے لئے ترس رہی ہیں؟ جو شخص بنکا و تعمق غور کرے اس کو معلوم ہو گا کہ اسلام کے اصول حیات چمکانے کا وقت آ گیا ہے۔ اور دنیا ٹھوکریں کھا کھا کر قرآنی نظام کے قریب آ رہی ہے۔ اس لئے کہ قرآنی تعلیمات غیر شعوری طور پر فضا سے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ذہن انسانی متاثر ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن دنیا کے مفکرین و مدبرین اپنی ضد چھوڑ کر اور آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار کر براہ راست قرآن کی طرف نہیں آتے۔ یہ کیوں صرف اس لئے کہ مسلمانوں کی غیر اسلامی زندگی اور حقوق طلبانہ نزاع و تصادم نے ان کو اسلام کے خلاف شدید نفرت و تعصب میں مبتلا کر رکھا ہے وہ ہماری مکروہ زندگیوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ہماری ہر چیز کو حقارت سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ گو یا اسلام کے راستہ میں مسلمانوں کا وجود رکاوٹ ہے۔ اگر یہ اس راستہ سے

سب سے زیادہ مقدم اہم اور سچیدہ مسئلہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ اجتماعی زندگی میں عورت اور مرد کا باہمی تعلق کس قسم کا ہونا چاہیئے۔ اور ان کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ دوسرے یہ کہ فرد اور جماعت کے تعلق کا تناسب کیا ہے؟ اگر انسان کو ان دونوں مسئلوں کا صحیح اور متوازن حل مل جائے تو وہ اپنی فلاح و ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ یہ دو مسئلے انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہیں۔ یہ دو مسئلے اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک عقائد دہر کو نفس کی ترکیب اس کے تقاضوں اور ضرورتوں، قوتوں اور قابلیتوں، جذبات و احساسات اور فعلی و انفعالی اثرات کا پورا پورا علم ہو۔ ظاہر ہے کہ انسان کو بذات خود محض اپنے غور و فکر اور تجربہ و مشاہدہ سے ایسا علم میسر نہیں آ سکتا۔ جو ضروریات زندگی اور داعیات نفس کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ اور وہ کوئی نقطہ عدل پالیں۔ اگر انسان اس علم اور نقطہ عدل کو اپنی ذاتی کاوشوں سے پاسکتے تو ان کو وحی الہی کی ہدایت و رہنمائی کی ضرورت نہ تھی۔ نہ خدا کی ضرورت تھی اور نہ نبوت و وحی کی۔ اور نہ کافرانہ دعوئے ثناء نہ طریقہائے حیات کے یقین و اختیار کی ضرورت تھی۔ انسان اپنے لئے آپ سب کچھ کر لیتے۔ کفر و ایمان کا جھگڑا ہی نہ ہوتا۔

کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت و حماقت کرے کہ انسان اپنی رہنمائی آپ کر سکتا ہے۔ اگر آج دنیا ایسا ہی مان رہی اور کہہ رہی ہے تو یہ اس کی جہل و نادانی ہے۔ کوئی عقل سلیم اور مستقیم نظر کا مالک تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لہذا لازم آیا کہ انسان ان دونوں مسئلوں میں خدا کی ہدایت و رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اس کو اگر وہ آج نہیں مانتے تو کبھی نہ کبھی مانیں گے۔

ہٹ جائیں تو محمدین اور غیر مسلمین کے آنکھوں کی پٹی بھی اتر جائے۔

یہ حقیقت کتنی جگر خراش ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے پاس قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ رکھتے ہیں۔ اور جن کے زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق سرمایہ رشد و ہدایت موجود ہے۔ وہ بھی دوسری مشرقی و مغربی قوموں کی طرح مغربی تہذیب و تمدن کے بے باک مظاہروں سے مرعوب و متاثر ہو گئے۔ مادی وحسی لذائز و فوائد کی تلاش میں اسلامی تہذیب و تمدن کھو بیٹھے اور ان کے دل و دماغ سراسر مغربی فلسفہ اخلاق پر ایمان لے آئے۔ اب وہ اسلامی قانون و واج کو بھی اسی دماغ سے سوچتے ہیں۔ اور عورت کو ہر حیثیت سے مرد کے مقابل لا کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں وہی غریباں اور تباہیاں پھیل رہی ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ لازم ہیں۔

**صنعتی معاملات اور بد اخلاقی و عیش و نوش کی انتہا**

دنیا والوں کی یہ انتہائی بد قسمتی اور محرومی ہے کہ قرآن حکیم نے انسان کے لئے جو فلسفہ اخلاق پیش کیا تھا اور بہترین پاکیزہ مقدس اور بلند اندوہی قانون دیا تھا اس سے منہ موڑ لیا پھر دنیا کا مذہب فطرت نواز اور پاکیزہ اندوہی قانون نہ دے سکا۔ اور انسانوں نے اپنی ننگ و تدبیر سے انسانی تمدن کے اس بنیادی مسئلہ کو حل کرنا چاہا۔ مگر چونکہ وہ انسانی فطرت اور نفس کی ترکیب سے نا آشنا تھے اس لئے انہوں نے اپنے انارڈی پن سے ساری دنیا کو بے حیائی اور بدکاری کے سمنہ میں غرق کر دیا۔ اور طہارت و

پاکیزگی کا کہیں نام و نشان نہ رہا۔ مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ مسلمان بھی اپنے فلسفہ اخلاق اور نظام تہذیب و تمدن پر قائم نہ رہے صرف قرآن و حدیث میں یہ چیز باقی رہ گئی۔ اب ہمارے پاس کتابی صورت میں تو چیز باقی ہے مگر عملی نمونہ کہیں بھی نہیں جس کو دکھا کر ہم دنیا والوں سے کہہ سکیں کہ یہ ہے اسلامی تہذیب و تمدن کا نظام اور اسلامی سیرت و کردار۔

آج دنیا کے تمام نظاموں اور حکومتوں کی بنیاد عوام کی قبولیت پر ہے جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے۔ جس نظام اور جس حکومت کو رائے عامہ کی سنبھل جائے پس وہ مقبول ہے۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ نظام کیا ہے۔ اور حکومت کس اصول پر قائم ہے۔ رائے عامہ کا یہ حال ہے کہ عوام کے سامنے اخلاق، تہذیب، حق خیر اور مصالح کا کوئی سمیار ہی نہیں۔ وہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد و مختار ہیں جس نظام حکومت کے ماتحت ان کا بیٹ بھرے عزت ملے اور اپنی شہرت کی آگ بجھا سکیں۔ اسی کی نائید و حمایت کرنے لگتے ہیں۔ عوام کے انہی رجحانات کے مطابق قانون اصول اور ضوابط بناتے ہیں۔ اور رائے عامہ کے ہر تغیر کے ساتھ قانون و سیاست بدلتے رہتے ہیں۔ گویا قانون و سیاست بذات خود کوئی چیز نہیں بلکہ رائے عامہ ہی سب کچھ ہے۔ قانون ساز بھی آزاد و بیباک اور نا اہل و بدکار ہیں اور رائے عامہ بھی ایسی ہی۔ قانون ساز لوگوں کے پابند ہیں اور مجبور ہیں۔ کہ ان کی خواہشات کے مطابق قانون بنوائیں۔ قانون بنانے والوں کے سامنے کوئی ایسا اساسی قانون نہیں

جو اہل جوہر ایسے اصول جو انسانوں کی بہتر رہی سے باہر ناقابل ترمیم و نسخ اور معیار صحیح و غلط ہوں۔ نتیجہ یہ کہ قانون سیاست کی تمام طاقتیں دنیا میں اخلاقی فساد پھیلانے، مذہب و اخلاق کا اثر مٹانے اور انسانوں کو آوارہ و بدکار بنانے میں صرف ہو رہی ہیں۔ سیاست دراصل مذہب سے آزاد ہی اس لئے ہوئی تھی۔ کہ سیاست دان دھوکراں مذہب کے زیر اثر دل کھول کر زندگی کے مزے نہیں لوٹ سکتے تھے۔

قانون و سیاست کی مذہب و اخلاق سے آزادی نے سب سے پہلا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ صنفی معاملات میں لوگوں کی اخلاقی جس کو مفلوج و ناکارہ کر دیا، شرم و حیا اور غیرت و حمیت کے جذبات کو اپنی طاقت سے کچل دیا۔ سرے سے نکاح کا مفہوم و دعاوی عار کو دیا۔ نہ تو ایک فطری اور معصوم چیز بن گئی۔ پیشہ و فاحشہ عورت اور بدکار مرد ایک جے معنی لفظ بن گیا والدین بھی عیاش اور آوارہ ہو گئے۔ اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں بھی عفت و عصمت بھی بے معنی چیز بن گئی شرافت و عزت سرسپٹ کر رخصت ہو گئی۔ اور مرد و عورت کی اخلاقی حسن نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔

## تجارت اور فن کے نام پر فواحش کی کثرت

انسانوں کے اخلاقی زوال کی انتہا یہ ہے کہ نہ تو ایک باقاعدہ بڑی شے بن گیا ہے نہ سائنس اور متمدن ممالک میں ایسی عورتوں کی کثرت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جو اپنے جسم کو کراہ پر چلا کر شادال و فرحان ہوتی ہیں۔ اور اپنی زندگی کو کامیاب بناتی ہیں۔ ان

میں پیشہ و فواحشات اور شریف عورت کی تمیز بھی مشکل ہو گئی ہے۔ ان کے سارے کاروبار بڑی شائستگی و تنظیم اور اعلیٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں۔ ان کے استادوں نے ان کو فنِ اشتہار سے کام لینا اچھی طرح سکھا دیا ہے۔ مالدار اور آوارہ گاہکوں کو پھنسانے کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے، سوٹ، لب شک، کلپ پوڈ، کریم، اخبار، رسالے، مصور پوسٹ کارڈ، ٹیلیفون دعوت نامے، ناچ گھر اور سینما گھر وغیرہ سارے جذبہ اور معصوم طریقے جاری ہیں۔ قبح گری کی ایجنسیاں اور ہوٹل قائم ہیں۔ نہ تو سب سے بڑے مالی فوائد حاصل کئے جا رہے ہیں، جوان خوبصورت اور آوارہ لڑکیاں ایک تجارتی مال بن گئی ہیں یا بنا دی گئی ہیں جن کی باقاعدہ منڈیاں کھلی ہوئی ہیں ان منڈیوں کو چمکانے اور فواحش کے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ایڈیٹر، ناشرین، مفکر، اہل قلم، خطباء، مقررین اور اطباء سرگرم کوششیں کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد فواحش کی کثرت و مقبولیت اور شہوانی جذبات کی اشتعال انگیزی ہے۔ ایسے قابل لوگ بدکار مردوں اور عورتوں کو دونوں باتوں سے لوٹ رہے ہیں۔ مثلاً اطباء ایک طرف صنفی آلودگی اور خلاف وضع فطری کے خلاف جہاد و وعظ اور دوسری طرف مقوی و مسکاد و وہ اور پلاز کے اشتہار اور اخباراتوں کی گھڑیٹھے چاندی شہانی جذبات بھڑکانے کے بہترین ذرائع، عریاں فانی، تصاویر، سینما، ٹیلیو، رقص اور برہنگی کے عام مظاہرے ہیں۔ کوئی اخبار اور رسالہ مقبول اور کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس میں حسن و عشق کی داستانیں، فلمی گانے



تبصرے اور فلمی دوشیزاؤں کی تصویر میں نہ ہوں۔ کوئی حکیم مشہور نہیں ہوتا جب تک اس کے پاس زوداثر اور مستند مقوی دھمک طلاء و دوائیں نہ ہوں۔ کوئی ادیب اور اہل قلم نامور نہیں ہو سکتا جب تک اس کے قلم سے عرباں افسانے نہ ٹپکیں۔ اور کوئی تجارت صنعت فلم سازی سے لگا نہیں کھا سکتی سینما باز اور آوارہ مزاج ایڈوکیٹ جنٹلمینوں کی اصطلاح میں کوئی ”یکچر“ مقبول نہیں ہو سکتی جب تک اس میں کام کرنے والی کوئی تنائے عالم نہ ہو۔

فحش مضامین اور شرمناک تصویریں شائع کرنے میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت و ذہانت، فن کاری اور مہارت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ صنفی مسائل و معاملات سے متعلق لٹریچر کی اس قدر مقبولیت اور مانگ ہے کہ ان سے دوکانیں، بازار اور الماریاں بھری پڑی ہیں۔ اور اس کا رد و بار کا نام فنون لطیفہ کی ترقی رکھا گیا ہے۔ اس سیاہ کاری نے انسانیت کا منہ کالا کر رکھا ہے۔ فحاشی کے کاروبار نے اتنا اثر و اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اخلاقی بندشوں نے قرون مظلمہ کی ذہنیت کا نام پایا ہے۔ اور مذہب و اخلاق میں چوں کرنے کی بھی سکت نہیں رہی۔

**بااخلاق اور پاکیزہ انسانوں کی بے بسی**

حکومتیں سیاست دان حکمران، قانون ساز، مصنف، لیڈر، ایڈیٹر، مصلح اور پیشوا یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے دیکھتے اور سنتے ہیں مگر کچھ نہیں کر سکتے اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ گو یا سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ بے شرمیاں اور ہیجان انگیزیاں ان کی توجہ کی متعلق نہیں

عفت و عصمت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس لئے کہ وہ خود ان لطف اندوزیوں میں کسی نہ کسی جنینیت سے شریک ہیں۔ ان کے دامن بھی آلودہ ہیں۔ ان کی پیشانیاں بھی داغدار ہیں۔ ان کے پہلوؤں میں بھی دل ہے۔ اور وہ بھی وہی جذبات و احساسات رکھتے ہیں جن کے دنیا میں شرمناک مظاہرے ہو رہے ہیں۔ اور خوشنغم گم ہست کراہ پیری کندہ جن کے ہاتھ میں دنیا کا انتظام و انصرام اور اقتدار حاصل ہے۔ ان کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس اخلاقی فساد و زوال کی روک تھام میں اپنا قیمتی وقت ضائع کریں اور ہاتھ آیا ہوا اقتدار کھو دیں۔ بدکاروں کو بدکار سے نفرت کیسے ہو سکتی ہے شریروں کو شہادت کا قلع قمع کرنے کی توفیق کب مل سکتی ہے۔

کندہ جنس باہجنس پروانہ

جن لوگوں کو شہوانیت اور بے حیائی کی دبا اور فسق و فجور کی تباہ کاریوں کا احساس ہے۔ اور وہ خود بااخلاق و پاکیزہ ہیں۔ وہ اپنے کو بے دست و پا پاتے ہیں۔ اس لئے کہ اوپر نظام باطل ہے جو اس فساد کی آبیاری اور سرپرستی کر رہا ہے ہر بے شرمی بے حیائی، آوارگی، عیاشی۔ سیاہ کاری اور برائی اس کی حفاظت میں ہے، اس کی فوج، پولیس اور عدالت نے ہر فحش کو آزادی اور جھٹی دے رکھی ہے۔ خیر و صلاح کے وعظ و درس کو محمد داؤد پر پیش کر رکھا ہے۔ انسانوں کو پیٹ کی پوجا پر مجبور اور شہوت رانی میں آزاد کر رکھا ہے۔ اور مذہب و اخلاق کو انسانی زندگیوں سے بے دخل کر دیا ہے۔ جب تک انسان نظر جائے باطل کی حمایت و سرپرستی میں ہیں۔ اور

چالاک و مکار انسان حکمران و قانون ساز ہیں۔ دنیا بھر کے مومن منتفی، مجاہد اور دیندار کسی بدکاری اور عیاشی کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتے۔ ان میں اتنی جان ہی نہیں کہ نظام باطل کو ہٹا کر نظام حق قائم کرنے میں سردھڑکی بازی لگا دینے کا خیال بھی اپنے نزدیک آنے دیں۔ لہذا ان کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ نظام باطل کے ماتحت دینداری، خدمت دین اور تزکیہ نفس کا دم بھریں۔ اور اللہ کے بندے ضلالت میں مبتلا رہیں۔

پس اصلاح حال کی صورت بجز اس بات کے اور کوئی نہیں کہ علیرہ امان اسلام مغربی تہذیب و تمدن اور لادین سیاست سے کشادہ کش ہو کر اپنے اندر اسلامی سیرت و کردار پیدا کریں۔ اور پھر اجتماعی جدوجہد سے اسلامی نظام کے قیام میں جان و مال کی بازی لگادیں۔ آزادی اور پاکستان کے سیاسی قوت اور خطا ر ض قوتل سکتا ہے مگر اسلامی سیرت و کردار عیسر نہیں آسکتی۔ اگر یہ عیسر نہ آئے تو ہفت ظلم کی بادشاہی بھی کچھ نہیں سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ہمارے علماء و علماء اور عوام کی پہلی ضرورت رجوع الی الاسلام کی ہے۔ یہ ضرورت سب ضرورتوں سے مقدم و اہم ضرورت ہے۔ اس لئے کہ یہ ضرورت تمام مذہبی اور سیاسی ضرورتوں کو بندہ سج پورا کر دیتی ہے۔ اور اسلامی انقلاب برپا ہو کر رہتا ہے

### رجوع الی الاسلام کی صورت

اگر مسلمان عوام و خواص اسلام کی طرف آنا۔ اسلامی انقلاب برپا کرنا، منصب امامت سنبھالنا۔

اور دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنا چاہیں تو اس کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ نظام باطل کے ماتحت جس حد تک اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنا سکتے ہیں۔ اپنی اجتماعی زندگی میں مرد و عورت کا باہمی تعلق اسلامی رنگ میں قائم کریں۔ یعنی اسلام کا قانون و ضابطہ اختیار کر کے اپنی معاشرت سے بے شرمی، بے حیائی، فیشن پرستی، ہیجان انگیزی، صنفی آوارگی اور آزادانہ شہوت رانی کو خارج کریں، مردوں اور عورتوں کو اخلاقی حسن اور تربیت دیں، اپنے اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور فرد و جماعت میں اسلام کی بنیادوں پر تعلق قائم کر لیں۔ یعنی اسلام کی صحیح اجتماعی زندگی اختیار کر لیں۔

اسلام کی اجتماعی زندگی تو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ سردست ہم آپ کے سامنے اسلام کا قانون اور دواج ضروری اور مناسب تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ اخلاقی زندگی و بیداری کا پہلا قدم ہے۔

### اسلام کا فلسفہ اخلاق

خالق فطرت کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ یعنی تمام انواع میں نر و مادہ کی دو وصفیں رکھی ہیں نر و مادہ دونوں ایک سرے کی جانب طبعی میلان رکھتے ہیں۔ جذبہ انتخاب فعل و افعال اور کشش و قوت کا عمل دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ اور عورت و مرد دونوں نے قلب میں صنفی عشق و محبت کا ایک نہ بردست در عیدہ رکھا گیا ہے۔

صرف اس لئے کہ حیوان فہم و ادراک اور شعور و اختیار کی قوت سے محروم ہیں۔ اور انسان اس کا مالک اور اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے۔ اگر حیوان کی طرح انسان میں بھی قوت ضابطہ رکھ دی جاتی تو انسانیت کے جوہر نہ کھلے۔ انسان حیوان میں کچھ امتیاز نہ ہوتا۔

**صنفي میلان کا مقصد** اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے ہر نوع کا بقا و البتہ ہے۔ اس لئے قدرت کو ان میں اس سے زیادہ اور کچھ مطلوب نہیں۔ لیکن انسان میں جو درعید رکھا گیا ہے اس کا مقصد محض جسمانی تھمال اور فعل تناسل ہی نہیں اور نہ یہ محض لطف و لذت کے لئے ہے۔ فعل تناسل سے لطف و سرور تو ضرور ہوتا ہے مگر وہ مقصود بالقات نہیں بلکہ ایک ذیلی و ضمنی فائدہ ہے۔ یہ چاشنی اس لئے ہے کہ انسان کسی بُرے مقصد کی خدمت پر مامور ہے۔ لطف انسان کو اس خدمت کی طرف لے جاتا ہے اور قدرت چاہتی ہے کہ انسان متمکن اور جذذب بنے اور اپنی تہذیب و تمدن کی وجہ سے حیوان سے ممتاز رہے۔

اس تہذیب و تمدن کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ مرد و عورت میں ایک رسمی، عارضی اور مطلب پرستانہ تعلق نہ ہو۔ یہ تعلق بچوں کا کھیل نہ ہو کہ جب چاہے جوڑ لے اور جب چاہے توڑ لے۔ اور اس جوڑنے اور توڑنے میں کوئی اعلیٰ اور پاکیزہ اصول اور ضابطہ بھی نہ رکھے۔ اور محض لذت کا پرستار بنے۔ بلکہ اس تعلق میں ایک دائمی معیت، قلبی وابستگی اور روحانی لگاؤ بھی ہے۔ یہ دائمی معیت قلبی وابستگی اور روحانی لگاؤ ایک اخلاقی ضابطہ کو چاہتا ہے اور ایک ایسی قوت کا محتاج ہے جو قوت مباشرت کو

مَنْ يَتَّخِذِ النَّاسَ حُجَّتَ الْمُخَضَّاتِ مِنَ النَّاسِ وَالْبَيْنِ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (آل عمران ۲) لوگوں کے لئے مرغوبات نفس عورتیں، اولاد اور سونے چاندی کے ڈھیر وغیرہ ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مرغوبات نفس کی ایک جامع و مانع فہرست دی گئی ہے۔ اور نفسیات کا ایک واضح نقشہ انسانوں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اس فہرست میں سب سے پہلا نمبر عورتیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں یہ میلان بڑا شدید و ہیجان آفرین، غیر محدود، غیر منضبط اور دوسری تمام انواع سے بڑھا ہوا ہے۔ مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف دائمی میلان رکھتے ہیں۔ مرد و عورت کی ہر چیز اپنے اندر ایک بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ مگر دوشی ایسے اسباب اور ادعائیں بھی پھیلے ہوئے ہیں جو صنفی عشق و محبت کو حرکت میں لاتے اور دل و دماغ میں ہیجان پیدا کرتے ہیں۔

یہ میلان حیوانوں میں بھی ہے مگر ان کا مقصد محض بقائے نوع ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہ بھی وجہ ہے کہ قدرت نے ان کی جبلت میں ایک ایسی قوت ضابطہ بھی رکھ دی ہے جو ان کو حد مقررہ سے آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ اور حیوان شہوت رانی میں بالکل آزاد نہیں ہو جاتے۔ حیوانوں میں یہ میلان اتنا شدید اور ناقابل تسخیر نہیں ہوتا جو ان کو جبلی حدود کے توڑنے پر مجبور کر دے۔ اس کے برعکس انسان میں یہ میلان حیوانوں سے زیادہ شدید ناقابل برواشت اور ہیجان آفرین ہوتا ہے۔ پھر انسان میں کوئی ایسی قوت ضابطہ بھی نہیں رکھی گئی جو اس کو بے راہ روی سے روکے یہ کیوں؟

ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ جو چیز بُری ہے وہ یہ ہے کہ انسان خواہشات میں آزاد اور قانون الہی سے بے نیاز ہو جائے خواہشات کو ناجائز طریقہ سے پورا کرے۔ اور خواہش نفس کو اپنا معبود بنالے۔ پس اگر وہ اپنے آپ کو فقہ نواح میں لاکر جائز طور پر صنفی عشق و محبت کی تسکین کا سامان کرے تو پاکیزہ و مقدس زندگی میسر آئے اور اگر فعل معاشرت کی چاٹ میں پڑ کر اپنے مقصد حیات کو بھولے تو تباہی کا منہ دیکھے۔ اسلام انسانوں سے صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے صنفی میدان اور قوت مباشرت کو اسلام کے ضابطہ کا پابند بنادیں۔ وہ اس قوت و خواہش کو کچلنا نہیں چاہتا بلکہ جائز راستہ پر لگانا چاہتا ہے۔ وہ اعتدال و توسط کی راہ ہے۔

قرآن حکیم نے انسان کی طبعی حالتوں کا مصدہر تین چیزیں بتلائی ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ انسان کو بدی کی طرف لے جاتا ہے اور یہ اس کے کمال اور اخلاقی حالتوں کو برباد کرنا چاہتا ہے مطلب یہ کہ جو قوت و خواہش انسان کو ناپسندیدہ، نامعقول اور مکر وہ راہوں پر چلاتی ہے اس کا نام نفس امارہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے۔ یہ حالت اس پر غالب ہوتی ہے جس کی اخلاقی تربیت نہ ہوئی ہو نیز یہ حالت اس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک انسان عقل و معرفت اور قانون الہی کے ماتحت نہیں چلتا۔ جب تک وہ عبدیت الہی کا قلاوہ اپنی گردن میں ڈال لے تو پھر اس کا نفس لوامہ بن جاتا ہے یعنی اس کی اخلاقی حس بیدار ہو جاتی ہے ضمیر جاگ پڑتا ہے۔ اور نیکی و بدی کی تمیز کرنے لگتا ہے۔ چونکہ اخلاقی حس اتنی قوی نہیں ہوتی

اپنے قابو میں رکھے۔ میں پہلے بتا آیا ہوں کہ انسان اپنے لئے اس قسم کا ضابطہ نہیں بنا سکتا یہ ضابطہ انسانوں کو صرف اسلام دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ قوت بھی دیتا ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔

## اسلام کا قانون ازدواج

یہ تو آپ نے اچھی قطع ازدواج معاشرت اور تمدن کا سرچشمہ ہے۔ اب یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ اس سلسلہ میں اسلام نے جو حکام و فرامین دیئے ہیں۔ وہ کتنے سنجیدہ معقول اور فطری ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام نے امتدادِ زمانہ اور اوقنائے حالات کے ساتھ ساتھ تغیر و تبدل کا دروازہ بھی کھلا رکھا ہے۔ اور مردوں و عورتوں کے حقوق و فرائض میں قدم قدم پر مرد و عورت کی فطرت و عدل و انصاف کو مد نظر رکھا ہے۔ نہ مردوں کو عورتوں پر ظلم کرنے دیتا ہے۔ اور نہ عورتوں کو مردوں پر۔ وہ شدید ہوائیت کو انسانی تہذیب و تمدن اور اخلاقی پاکیزگی کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیتا۔ وہ جہاں احکام و ہدایات دیتا ہے وہاں ردح و تقویٰ بھی عطا کرتا ہے تاکہ قانون الہی کا غلط اور بیجا استعمال نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں وہ یہ اخلاقی ہدایت دیتا ہے:-

فَاَصْبَحَ فُجُورًا وَتَقْوَاهَا. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا. قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا. پس اس کو سمجھ دی بدی اور نیکی کی کامیاب ہو جس نے اسے صاف کیا۔ اور ناکام ہو جس نے اسے آلودہ کیا۔

اسلامی نقطہ نظر سے خواہش نفس بذات خود کوئی بُری چیز نہیں بلکہ زندگی کا سارا دار و مدار ہی خواہشات پر ہے۔ اگر انسان سے خواہشات سلب کر لی جائیں تو انسانیت

ہے۔ اس سبب سے اس کے نفس کو نفسِ لواہر یعنی بہت زیادہ ملامت کرنے والا نفس کہا جاتا ہے۔  
(باقی آئندہ)

کہ اس کو کسی طور پر برتری سے روک رکھے اس لئے اس سے بد اخلاقی کا بھی کبھی ارتکاب ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا دل اندر سے کڑھتا ہے اور ضمیر اندر سے ملامت کرتا

## تخلیق انسانی کی غرض

(۲)

(از جناب مولانا عبدالخالق صاحب)

اس لئے غلام کے لئے ضروری ہے کہ چوبیس گھنٹہ آقا کی خدمت گزاری میں مشغول ہے۔ اسی کا نام اطاعت ہے۔ اگر غلام و آقا کی خدمت سے سستی و غفلت کرے لگا تو اس کا نام غفلت، حماقت اور بے وقوفی ہے اور مزید برآں آقا کے حکم سے انکار کر بیٹھا تو اس کا نام بغاوت ہے جب ایک مجازی و ظاہری مولیٰ کے حقوق میں تو کیا مالک و خالق حقیقی کے حقوق اس سے بالاتر نہ ہوں گے۔ دنیا کا ایک دوسرا مسئلہ قاعدہ ہے کہ جب ایک انسان چند کمالات و خوبیوں کا مالک و جامع ہوتا ہے تو وہ ہر انسان جو ان کمالات و اوصاف سے خالی ہے اُس انسان کی تعظیم و تکریم کیا کرتا ہے جس کو میں مقتضی عقل و حکمت کہا جاتا ہے۔ اس کے خلاف کرنے والے کو احمق، یوقوف، حاسر، اور معاند وغیرہ وغیرہ کے خطابات سنائے جاتے ہیں

ٹھیک اسی طرح خیال فرمائیے کہ جتنے کمالات اور خوبیاں سارے عالم میں نظر آ رہی ہیں یہ سب کمالات و اوصاف خداوندی کے پر نور و انطالی ہیں۔ ان تمام معدن و مرکز اصلی خداوند قدوس کی ذات ہے۔ اور لا وہ صفات دیکھئے جن سے انسان، انسان بنتا ہے۔

گزشتہ اشاعت میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تخلیقِ عالم کی غرض خداوند قدوس کی عبادت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کے معنی کیا ہیں۔ اور عبادت مقتضی عقل و حکمت بھی ہے یا نہیں۔

**معنی عبادت** خالق و مخلوق کے درمیان جو ایک فطری و قدرتی تعلق ہے۔ اس کی حفاظت و نگہداشت کرنی یعنی انتہا درجے کی تعظیم و تکریم جس کے بعد کوئی درجہ تعظیم و تکریم نہ ہو سکے۔ اپنے خالق کے لئے بجالانا اس کا نام عبادت ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خدا خالق ہے، ہم مخلوق ہیں خدا قادر ہے ہم مقدر ہیں۔ خدا غالب ہے ہم مغلوب ہیں۔ خدا قادر ہے ہم مقبور ہیں۔ خدا بے نیاز ہے۔ ہم محتاج ہیں۔ خدا مہربان ہے ہم مرزدوق ہیں۔ خدا مالک ہے ہم ملوک ہیں۔ خدا اکابر ہے ہم مامور ہیں۔ خدا ہمیشہ ہے ہم فنا سے نکل کر پھر فنا ہونے والے ہیں۔ اس لئے خدا کے قدموں میں معبود ہے ہم عابد ہیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک آقا و مولیٰ نے ہزار و ہزار میں ایک غلام خرید لیا تو آقا و غلام کے درمیان چونکہ مالک و ملوکیت کا تعلق پیدا ہو گیا ہے

ہے اور شریعت آفتاب کی روشنی ہے جسے آنکھ بغیر روشنی کے دیکھ رہے اسی طرح عقل بغیر روشنی کے شرع دیکھ رہے۔

**ضرورت عمل** دنیا کے جن شعبہ جات و تعلقات میں ہم نے تعظیم و تکریم کا ضروری

دورین عقل ہونا عرض کیا ہے کیا وہاں فقط لفظ تعظیم بول دینا کافی ہو سکتا ہے۔ یا اس کا دار و مدار فقط عمل پر ہے۔ اس کے اقرار کرنے کے کوئی چارہ ہی نہیں۔

ہے کہ تعظیم کا ثبوت فقط عمل ہی سے ہوا کرتا ہے۔ خداوند قدوس کی کمال تعظیم کا تعلق بھی ہر جہز سے ہے

**روحانی جہز کی تعظیم** جسے کہ دل میں اعتقاد

سب کمال و غلبہ ہیں ان کے ساتھ خداوند قدوس موصوف ہے۔ اسی کا نام اصطلاح شرع میں علم کلام اعتقاد

ہے اور یہی تعظیم دوسری آنے والی تعظیم کے لئے بمنزلہ جہز کے ہے۔ درخت کی جڑ اگر درست ہے تو

شاخیں سرسبز و شاداب رہ سکتی ہیں۔ اگر جڑ خراب ہے تو شاخیں بھی پژمردہ ہو جاتی ہیں۔

**مادی جہز کی تعظیم** جہز مادی اسی قالب انسانی کا نام ہے جس کی چہرہ بڑی

چھوٹی شاخیں آپ کو نظر آ رہی ہیں۔ دوہرے ہیں، دو ہاتھ ہیں، دو آنکھیں ہیں، دو کان ہیں، ایک ناک ہے اور

ایک زبان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الہ یجعل لہ عینین ولساناً وشفقتین وھدیناً لا یجذبنہما الیہ انسان الا کما یشاء

خبر وشر کی رہنمائی نہیں کی؟

حیوة و قدرت ہے، بولتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے اس کے علاوہ وہ صفات و کمالات ہیں جن میں انسان

ترقی کر کے علامہ زمان، جالینوس دوران اور فلاسفر وقت کہلاتا ہے۔ ان سب کمالات کا دینے

والا خدائے قدوس ہے۔ انسان درجہ ذات میں خالی ہو کر محتاج و ذلیل ہے تو موافق قاعدہ مسلہ ضروری

ہو کہ حضرت انسان اس ذات یا کمال کی دل و جان سے تعظیم و تکریم بجالاتے۔ اسی کا نام اصطلاح

شرع میں عبادت ہے۔ ان معروضات نے جیسا کہ عبادت کا عین مقتضی عقل و مطابق حکمت ہونا بھی معلوم

ہو گیا۔ خلاصہ کلام اولاد کے لئے والدین کی کمال تعظیم

ضروری اور مقتضی حکمت ہے کیونکہ والدین مہربانی میں مرید و شاگرد کے لئے شیخ و استاد کی تعظیم

ضروری و دورین عقل ہے کیونکہ مربی و روحانی ہیں۔ غلام و رعایا کو اپنے آقا و داعی کی تعظیم ضروری و

موافق حکمت ہے کیونکہ منعم و محسن ہیں تو کیا ساری مخلوق پر اپنے خالق کی کمال تعظیم و تکریم ضروری

و دورین حکمت نہ ہوگی؟ **ضرورت شریعت** یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس

کے لئے فقط عقل کافی ہے شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ جواب کی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا۔ ایک جملے

پر بات ختم کرتا ہوں تمام ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنکھ عطا فرمائی ہے۔ اندھیری

رات اور اندھیرے مکان میں تمقہ و لیٹرن کی ضرورت کیوں ہے ٹھیک اسی طرح سمجھ لیجئے عقل بمنزلہ آنکھ

کیوں ہے۔

للمؤمنات يغضون من ابصارهن۔ کہہ دے  
مؤمنین سے نیچے رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور کہہ دے  
ایمان والیوں کو نیچے رکھیں ذرا اپنی آنکھیں  
حدیث شریف میں ہے

من ملاء عينه من الحرام جس شخص نے حرام منظر  
ملاء اللہ عینہ من جہنم سے اپنی آنکھ بھری۔ اللہ  
تعالیٰ اس کی آنکھ جہنم کے انگاروں سے بھر دیتا۔  
زبان کی عبادت کیا ہے۔ قرآن شریف، کلمہ  
طیبہ، درود شریف، تسبیحات و تہلیات کا پڑھنا،  
اور امر بالمعروف نہی عن المنکر، دلالت علی الخیر وغیرہ  
میں زبان کو مشغول رکھنا۔ ہر لغو بیہودہ بات، جھوٹی  
گواہی، جھوٹی قسم غیر کو ایذا دینے والے کلمات  
وغیرہ سے اس کو محفوظ رکھنا۔

ارشاد خداوندی ہے:- لا تقف ما ليس لك  
به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك  
كان عينه مسؤولا۔ اور نہ بیچھے پڑ جس بات کی  
خبر نہیں تجھ کو بیشک کان اور آنکھ اور دل سب کی  
اس سے پوچھ ہوگی۔

اليوم نختم على افواههم | آج ہم ہر لگا دیں گے  
ونكلمنا ايدهم ونشهد | ان کے منہ پر اور بولیں گے  
ارجلهم بما كانوا يكسبون | ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے  
ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔

الغرض عبادت اس کا نام ہے کہ تمام اعضاء  
اور ظاہری و باطنی قوتوں کو خداوند قدوس کی  
رضیات میں مشغول رکھے اور عملی نبوت پیش کرے  
کہ اے خدا میرے سب اعضاء پوری تعظیم میں  
مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی برخلوق پر اپنے خالق کی کمال تعظیم  
سے تنکیم ضروری ہے۔ بلکہ تخلیق عالم کی غرض بھی یہی ہے  
اعضاء اس لئے برشاخ اعضاء کے لئے کوئی نہ کوئی نوع  
عبادت کا مقرر کرنا ضروری ہے پیر کی عبادت یہ ہے  
کہ اسی راہ پر چلے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو  
اگر کسی عصری غرض کے لئے راستہ طے کرے گا تو اس  
کی حاجت دیے و قوفی ہے۔ اسی کو اصطلاح شرع  
میں "فسق و فجور" کہتے ہیں۔ وہ راستہ کیا ہے مثلاً پنجگانہ  
نماز کے لئے چل کر مسجد میں جانا جمعہ کے لئے جامع  
مسجد میں جانا، عیدین کے لئے عید گاہ میں جانا، بوقت  
ضرورت جہاد کے لئے جانا اور حرمین شریفین حج  
کے لئے جانا وغیرہ متواضعانہ رفتار سے چلنا۔ اگر  
کر نہ چلنا۔

ولا تمش في الارض مهرجا۔ زمین پر اتر کر نہ چلو  
ہاتھ کی عبادت کیا ہے؟ یہ کہ حلال مال کھائے، حلال لقمہ  
منہ میں ڈالے، حلال عورت (اپنی زوجہ) کو ہاتھ لگائے  
ناپاکی کو دور کرے بدن اور کپڑے کو صاف کرے  
وغیرہ۔

کان کی عبادت یہ ہے کہ ہر رحمانی آواز کو سننا،  
شیطان کی آواز نہ سننا۔ رحمانی آواز کیا ہے؟ :-  
اذان کی آواز۔ کلمہ طیبہ و قرآن شریف کی آواز  
وعظ و نصیحت کی آواز۔ شیطان کی آواز کیا ہے؟ گلے  
بجانے کی آواز، شکایت و بہتان تراشی کی آواز  
گالی اور بیہودہ گوئی کی آواز۔ آنکھ کی عبادت  
کیا ہے۔ ہر نامحرم شے آنکھ بند کرنا۔

ارشاد خداوندی ہے

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم وقل

## صلوٰۃ و حج کی حقیقت

دنیا کے سلاطین کا قاعدہ ہے کہ تمام

باشندگان سلطنت علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً اگرچہ اپنے بادشاہ کے مطیع و محکوم ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی سال بھر کم و بیش مدت میں جنم دن منانے کا قانون نافذ کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کچھ خاص قسم کے قواعد و ضوابط مقرر کئے جاتے ہیں تمام رعایا کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اوقات مقررہ میں اجتماعی طور پر جشن میں شریک ہو کر اپنے محکوم اور رعایا ہونے کا پورا پورا عملی ثبوت پیش کرو۔

ٹھیک اسی طرح خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ جب تم فرداً فرداً اقرار کرتے ہو کہ تمہارا گوشت پوست بڑی چمڑا سب کچھ میرے لئے ہے تو اس کا اجتماعی طور پر عملی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔ اجتماعات کی چند صورتیں ہیں ایک تو وہ بڑا اجتماع ہے جس میں تمام روئے زمین کے انسانوں کو ایک ایسے مکان میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ابتدائی تعمیر ملائکہ انبیاء کے ہاتھوں سے ہوئی جو اصطلاح شرع میں اللہ کا گھر کہلاتا ہے۔

اس اجتماع میں بارہ بار شریک ہونے کی صورت میں چونکہ حوج عظیم ہے اس لئے تمام عمر میں ایک دفعہ اس میں شرکت کا حکم ہوتا ہے۔ اسی کا نام اصطلاح شرع میں "حج" ہے۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔

دوسرا اجتماع وہ ہے کہ جس میں تمام شہر اور

علاقہ والوں کو اس میں شرکت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں متعدد دفعہ شرکت کرنے میں چونکہ کوئی زیادہ حوج نہیں ہے اس لئے سال بھر میں دو دفعہ شرکت کا حکم دیا جاتا ہے اس کا نام اصطلاح شرع میں صلوٰۃ عیدین ہے۔ تیسرا اجتماع جو فقط شہر والوں کے لئے (اپنے شہر میں) مخصوص ہے اس میں حاضری بہت آسان ہے اس لئے اس کو ہفتہ میں ایک دفعہ رکھا گیا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ جمعہ کہتے ہیں جو تھکا دہ اجتماع ہے جس میں فقط محلے والوں کو اپنے محلے میں جمع کرنے کا حکم ہے چونکہ اس میں بہت آسانی ہے اس لئے دن میں پانچ وقت اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کو اصطلاح شرع میں صلوٰۃ پنجگانہ یا جماعت کہتے ہیں۔ پھر ان اجتماعات پر دنیاوی فوائد یعنی باہمی ملاقاتیں، محبت و اظہار برہد کی ذرائع کے مضبوط ہونے کے علاوہ جو انعامات و نعمت جہات آخرت میں دیئے کا وعدہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل انسانی قدرت سے باہر ہے بیان کرنا تو دیکھنا ان انعامات کا تصور و خیال کرنا بلکہ دیکھنا اور سنا بھی قدرت انسانی سے خارج ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا آذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔

دنیا میں انسان کے لئے صوم کی حقیقت

اگر اعلیٰ درجے کی لذت، فرحت اور سرور بخشنے والی کوئی چیز ہے تو کھانا، پینا اور بیوی کے تعلقات کو پورا کرنا یا عبادت کو نرم بستروں پر آرام کرنا۔ انسان اپنی ساری زندگی



ہے۔ خدائے قدوس بھی کھانے پینے بیوی وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔ ارشاد باری ہے۔ الصوم لی وانا اجزی بہ (حدیث قدسی)

یعنی تم نے دنیا میں میری رضا کی خاطر محبوب تیرے اشباء کی لذت کو چھوڑا تو بروزیامت میری ذات کے دیا دے جو لذت و سرور حاصل ہوگا اس کے مقابلے میں تمام دنیا و آخرت کی لذتیں ایسے نظر آئیں گی۔ اسی چیز کا نام اصطلاح شریعہ میں روزہ ہے۔

(باقی آئندہ)

کی جدوجہد اپنی اشباء کو درجہ کمال تک پہنچانے میں صرف کرڈالنا ہے نیز جتنے گناہ انسان سے صاف رہتے ہیں تمام کا نشاء اگر دیکھا جائے تو پیٹ یا شرمگاہ کی خواہش کا پورا کرنا ہے۔ اس لئے خداوند قدوس شہنشاہ اعلیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ چند روز نہ پیٹا اور شرمگاہ کی خواہش کے خلاف بلکہ مدد عمل کرتے ہوئے اپنی بہترین لذیذ اشباء کو چھوڑ کر عملی ثبوت پیش کر دے کہ اے خدائے قدوس ہم تیری رضا کی خاطر اپنی محبوب ترین اشباء کو چھوڑ کر ان صفات سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں جن سے تو خود آراستہ

عیسائیت

## عقیدہ تثلیث

(۳) (از جناب مولانا غلیل الرحمن صفا مظاہری یا جیلند)

طرح ہو کر انسان کی مانند تھا۔ اور عیسیٰ مسیح خود اقرار کرتا ہے کہ باپ مجھ سے بزرگ تر ہے اور میں نہیں کیا ہوں کہ اپنی خواہش کو عمل میں لاؤں بلکہ اس کی خواہش کو جس نے مجھے بھیجا اور اس واسطے کہ عیسیٰ مسیح انسان کے سلسلے کا واسطہ ہے اس نے خدا سے مناجات مانگی۔

اور یوحنا ۱۳ باب ۱۳۔ ۱۷ میں مسیح نے خواہیوں سے فرمایا کہ تم مجھے خداوند اور اتنا دیکھتے ہو خوب کہتے ہو۔

میں نے جس طرح تمہارے پاؤں دھوئے تم بھی ایک دوسرے کے پاؤں دھوؤ اور میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ لو کہ اپنے آقا سے بڑا نہیں ادرہ وہ جو بھی گیا اپنے

اور مخزن مسیحی مطبوعہ اکتوبر ۱۸۶۶ء مشن پریس آباد ۶۰ میں پادری والٹر صاب فرماتے ہیں کہ عیسیٰ ہمارا بڑا بھائی ہے۔ وہ ہم لوگوں کی سی سرشت رکھتا ہے۔ اور دین حق کی بڑی باتوں کا مجموعہ سوال ۲۷۰ کے جواب میں ضفۃ المطبوعہ ۱۸۶۹ء میں لکھا ہے کہ مسیح انسان کا بھائی ہوا۔

(از میزان الحق مطبوعہ لدھیانہ ۱۸۶۷ء امر باہتمام پادری رڈلف باب ۲ فصل ۳ صفحہ ۱۱)

میزان الحق چھاپہ مرزا پور ۱۸۶۳ء ص ۱۳۱-۱۳۲ میں لکھا ہے کہ جسم کی روح سے عیسیٰ مسیح کھانے، پینے اور سونے جاکنے، اور خوشی و غم میں سب آدمیوں کی

سے بڑا ہے الخ اس پر سمجھ میں نہیں آتا کہ جب باپ، بیٹا، روح القدس ایک ہی ذات، واحد خدا ہے، تو ان میں بڑا چھوٹا ہونا کیا معنی! کیا خدا بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے (نحو ذالہ من بدو الخرافات) حضرت عیسیٰ کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں بڑے ہوں اور وہ خدا کے بزرگ و برتر!

(باقی)

## دعائے صحت کی درخواست

بہت سے نیکدل مسلمان ایسے ہیں جنہیں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ عام مسلمانوں کی فلاح و عافیت کے لئے بھی پر خلوص دعائیں مانگنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ انہی نیک دل اور روشن ضمیر مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ میری اہلیہ کے لئے شفا کے عاجل و کامل کی دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے صحت و زندگی عنایت فرمائیں۔ اور زندگی میں نیک اعمال کی توفیق بخشیں۔ یہ عزیز گذشتہ کئی ہفتہ سے سخت علیل ہے۔ اور ضعف کی وجہ سے چلنے پھرنے پر بھی قادر نہیں۔

امید ہے کہ برادران اسلام میری اس مضطربانہ درخواست پر توجہ فرمائیں گے۔ میں سب مسلمانوں کی پر خلوص دعاؤں کا محتاج ہوں۔

سید محمد انور شاہ قیصر

شاہ منزل دیوبند

بھیجے والے سے الخ

یہ عبارت بھی مسیح کی الوہیت کی نفی کرتی ہے۔ پھر لوقا ۲۴ باب ۳۱، ۳۲ میں مسیح نے شمعون سے کہا میں نے تیرے لئے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے الخ اگر حضرت عیسیٰ کو دعویٰ الوہیت ہوتا تو یوں کہتے میں نے تیرا ایمان بچایا۔

اور یوحنا ۲۰ باب ۷ میں لکھا ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے مسیح نے (میرے) کہا مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اپنے باپ کے پاس اور پر نہیں گیا ہوں پر میرے بھائیوں اور عواریوں سے کہہ میں اور اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ باپ اس وقت کا عام محاورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ جیسے حواریوں کا خدا ویسے ہی حضرت عیسیٰ کا خدا بھی ہے۔ اگر کوئی سر پھرایہ کہہ دے کہ مسیح میں الوہیت اور انسانیت دونوں صفتیں تھیں اور آپ کا یہ قول انسانیت کے سبب سے تھا تو ہم کہتے ہیں کہ بقول یوحنا مسیح نے یہ بات مصلوبی کے بعد جی اٹھ کر کہی تھی! تو اس وقت مسیح میں انسانیت کہاں رہ گئی تھی۔ انسانیت تو صلیب پر چڑھا دی گئی تھی! صرف الوہیت ہی باقی رہی چاہیے تھی۔ اور اگر بعد مصلوبی بھی مسیح میں انسانیت باقی تھی تو آپ کی قربانی پر جن عیسائیوں کا ایمان ہے وہ اپنے ایمان کی خیر نہائیں۔ کیونکہ پیدائش و باب ۶ میں لکھا ہے کہ انسان کے خون کا بدلہ انسان ہی سے لیا جائے۔ جب مسیح بعد مصلوبی بھی انسان رہے تو عیسائیوں کے گنہگاروں کا کفارہ کیسے ہوئے۔

پھر یوحنا ۱۱ باب ۱ میں مسیح نے فرمایا کہ میرا باپ مجھ

# تبلیغی کتابیں

## جام حیات

حیات بعد موت کے جلد مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ السلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزدانہ طرز تحریر سے ہر کتاب تحریر کر لی گئی ہے جو کہ ہر دو وقتیں کیلئے مشغل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب رحمہ نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المذہب دار العلوم عربیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی، جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۱۰ محمولہ اک ۱۰

قاتلان حسین کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے فوجی حضرت حسینؑ کو کہ بلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت میرٹھی سے شہید کر دیا گیا۔ یہ شیواہ پیشوایان مذہب شیعہ تھے۔ اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۲ کتاب لغریب طباعت دیدہ زیب کاغذ دیر قیمت ہیں آ۱۰ محمولہ اک ۱۰

آخری پیغام حق حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی رحمہ اللہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور اُمیر سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے عام افادہ کیلئے سبکی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی ہے۔ آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین نوشہ شریف تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت کریم معقودہ کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہریہ بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔“

قیمت دس آنہ (۱۰) محمولہ اک ۱۰

## کشف التلبیس

مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صابو تہی یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ ”تواریمان“ کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نسخوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعوں کی طرف سے شیعوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے ہند پر ایہ میں بطور رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۳ حصہ دوم ۲ حصہ سوم ۱ مکمل طلب کرئے یہ عمر حصول ذاک علاوہ ۳۰

## برق آسمانی

جس میں مرثیہ قادری کے اپنے قلم سے ایسے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کرائے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد و دھیر و بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا نا طبقہ بند کر دیا ہے قیمت ۱۰ محمولہ اک ۱۰

جدیدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المصروف

## صواریف

جو آگست ۱۹۰۸ء میں شائع ہو کر خارج تھیں اس میں بڑی خوبی ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں شست الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کشا گیا ہے۔ اور جس میں مسئلہ ح صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبوی کریم اقوال احمد سادات مونیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی جہاد اور اکابر ملہ کے افکار و آراء کے تقابسات کے علاوہ سینہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تہذیب و تمدن کی بانی کے بیان کئے گئے ہیں حجم ۳۲ صفحہ قیمت ۱۰ محمولہ اک ۱۰

مؤلف مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب  
**تاریخ نقشبندیہ** بکھری اس کتاب میں مرزا قادیانی  
 کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے  
 کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴۰ محمولہ ڈاک ۱۔

اس رسالہ میں صد ہا علمائے اسلام کے  
**اجتناب الحنفیہ** فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل  
 واضح و براہین قاطعہ سے فرقہ وادھن و مرزائیہ کا انکار اور انہی  
 و مرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰  
 صفحہ قیمت ۴۰ محمولہ ڈاک ۱۔

یعنی جریدہ شمس الاسلام کے ستمبر ۱۳۳۷ء کا ایڈیشن  
**تحریر مزایہ** جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس  
 میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں  
 قیمت ۴۰ محمولہ ڈاک ۱۔  
**حقیقت شیعہ** مولانا یحییٰ شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سرسبز  
 رازوں کا انکشاف قیمت ۱۔

عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا مبلغ ۲ رو  
**ہدایا القرآن** نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطے  
 بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی لکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو  
 ہر اہل مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت  
 نہایت ضروری ہے فی نسخہ ۲۔

سالہ خیر جاری درود مذہب **خاکساری** از تصنیف مولانا محمد بہار الحق

صاحب قاسمی امرتسری قیمت ۱۔  
**مظلوم قوم** تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلمیٰ اس  
 کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مسلمانوں

ملنے کا پتہ:۔۔۔ منجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

دوسری تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی  
 دعوت دی ہے قیمت ۵۔

راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمنٹ  
**اسلامی جہاد** ۱۰۰-۹۰-۸۰ ستمبر ۱۳۳۷ء میں انصار سپاہیوں سے آ

مکمل الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی  
 نصب العین کو واضح کیا گیا ہے اور جہاد حاضر کی بعض اہم اور  
 تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے انمولانا ظہور احمد صاحب  
 بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۱۔

ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نام  
**خاکساری مذہب** اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی علماء  
 کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ جو بصورت ٹریکٹ  
 کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ انمولانا ظہور احمد صاحب بگوی  
 مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۱۔

**خاکساری فتنہ** خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے  
 جو مسلمانوں کے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا ہے

پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لہجہ کی تندرست و محفوظ  
 اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے  
 لی اس کتاب کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا  
 کہ تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر  
 ہاتھ بکھل گئی یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس کے ۹۲ صفحات ہیں اور  
 پیرا ۱۰۰۰ محمد بہار الحق صاحب قاسمی قیمت فی نسخہ ۴۰ محمولہ ڈاک ۱۔

مشرق **مشرق فتنہ** محمد پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پر دو خطا  
 پیر لا جواب تنقید از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ

مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲۰ فی سینکڑہ صرف  
 روپے علاوہ محمولہ ڈاک ۱۔

**الاسلام بھیرہ** (پنجاب)